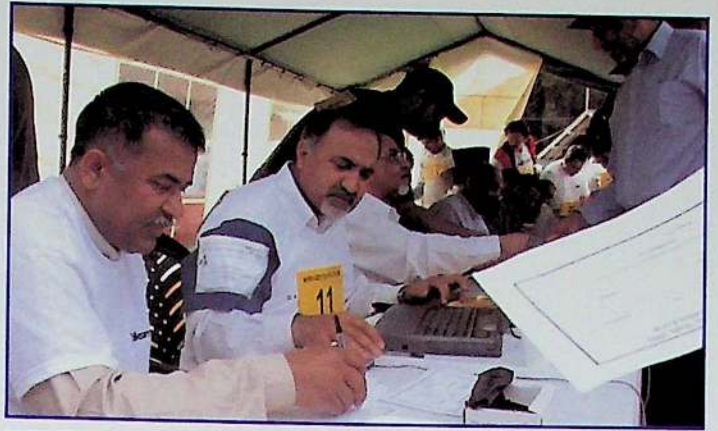
مجلس انصاراللہ یو۔کے۔ کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

جولائی تا اگست 2006 جلد3 نمبر 4 وفاء۔ظہور 1385 ھش





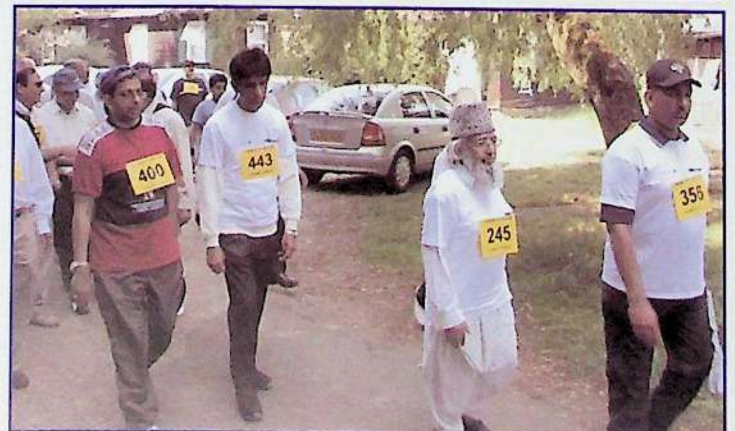












charity walk 2006

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد۳ نمبر۴

جولائی اگست ۲۰۰۶ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)

محمود احمد ملک

نائبین

عبدالمجید عامر

حسن خان

مدیر (انگریزی): **احد بھنو**

مینیجر: **محمد اسحٰق ناصر**

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF   e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ:

تقریباً ایک سال قبل لندن میں خودکش حملوں اور بم دھماکوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے نتیجہ میں بے شمار بے گناہ انسان ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ اُس ظلم کی صدائے بازگشت ابھی باقی تھی کہ حال ہی میں پھر چند دہشت گرد تنظیموں کے افراد نے ملک میں خوف و ہراس اور بدامنی کی صورتِ حال پیدا کر دی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خفیہ اداروں کی بروقت کاروائی کے نتیجہ میں صورتِ حال پر قابو پا لیا گیا اور کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ لیکن اسلام کے مقدس نام کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا گیا ہے۔ دہشت گردی کے عمل اور تخریبی کارروائیوں کو اسلامک فاشزم کا نام دے دیا گیا حالانکہ دونوں میں ایک بعدالمشرقین ہے۔

اس دفعہ میڈیا پر ایک نئی صورتِ حال دیکھنے میں آئی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے نام نہاد علماء میں سے کسی کو انٹرویو کے لئے نہیں بلایا جو ایک قابلِ تعریف بات ہے ورنہ علم دوست اور شریف النفس مسلمانوں کے لئے ایسے انٹرویو مزید شرمسار ہونے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اس دفعہ انہوں نے مسلمان سیاست دانوں کو صورتِ حال پر تبصرہ کرنے کے لئے مدعو کیا جن کے بیانات کا لب لباب یہ ہے کہ ایسا سب کچھ برطانیہ کی سیاسی حکمتِ عملی کے نتیجہ میں ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل تخریب کاری اور دہشت گردی میں ملوث ہو رہی ہے۔ گویا انہوں نے سارا الزام موجودہ حکومت کی خارجہ پالیسی پر عائد کر دیا ہے۔

مسلمان سیاسی رہنما ایک یہ بات بالکل فراموش کر گئے ہیں یا اپنی کسی سیاسی حکمتِ عملی کی وجہ سے بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ نئی نسل کو گمراہ کرنے اور تخریب کاری کی راہ دکھانے والے خود اُن کے نام نہاد علماء ہیں۔ یہ وہی علماء ہیں جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی کہ وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ شریر مخلوق ہوں گے اور تمام فتنے اور فساد ان سے پھوٹیں گے اور ان ہی کی طرف لوٹیں گے۔ مسلمانوں کی نئی نسل جو کچھ ان نام نہاد علماء سے سیکھے گی اس کا نتیجہ یہی حاصل ہونا تھا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملک ملک میں خوف، بدامنی اور تخریب کاری مسلمانوں کے حصہ میں آئی ہے اور اسلام کا نام اس کی وجہ سے بدنام ہو رہا ہے۔

آج عالمِ اسلام کی بدنصیبی یہ ہے کہ عامۃ المسلمین نے مذہب کی اجارہ داری کلیۃً اپنے مولویوں کے سپرد کر رکھی ہے اور آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اُن کے نام نہاد علماء اور وہ خود اسلام کی صحیح اور حسین تعلیم سے شناسا ہیں اور نہ اُنہیں یہ شعور حاصل ہے کہ وہ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ مزید یہ کہ اس زمانے میں دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیم دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے جسے مامور فرمایا ہے اس کا وہ انکار کر بیٹھے ہیں اور اس انکار پر بضد ہیں۔ جب تک مسلمان خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ سیادت سے اپنا تعلق نہیں جوڑیں گے اور خدا تعالیٰ کے مامور کی نگاہِ فراست کو اپنے لئے مشعل راہ نہیں بنائیں گے، وہ بدنصیبی اور ہزیمت کا شکار رہیں گے اور امن و امان اور سلامتی کی راہ نہ پاسکیں گے۔

اسلام کی غرض ہی صلح اور امن کا قیام ہے۔ اسلام نے کبھی بھی فتنہ و فساد اور بے گناہوں کے قتل کی تعلیم نہیں دی خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب کے ساتھ ہو۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق دہشت گردی، خون ریزی اور بے گناہوں کے قتل کو کبھی بھی جہاد نہیں کہا گیا۔ یہ سراسر بے رحمی اور انسانی اخلاق کے منافی بات اور ظلمِ صریح ہے کہ ایسے بداعمال کو بہشت کی کنجی قرار دے کر اسلام کی طرف منسوب کیا جائے۔ یہ انتہا درجہ کی بے انصافی اور ظلم ہے کہ ایسے لوگ جنہوں نے خود کبھی ظلم نہیں کیا انہیں تخریبی کارروائیوں کا نشانہ بنا کر آنِ واحد میں سینکڑوں گھروں کو ماتم کدہ بنا دیا جائے۔ یہ دیوانگی تو کہلا سکتی ہے یا اپنے مخفی سفلی جذبات کی تسکین کا سامان تو پیدا کر سکتی ہے مگر اسے کسی مذہب کی تعلیم نہیں قرار دیا جاسکتا کجا یہ کہ اسے اسلام اور بانیء اسلام کی طرف منسوب کیا جائے۔ اسلام تو دنیا سے قتلِ ناحق کو یکسر مٹانے کے لئے آیا تھا اور آبادیوں کے امن و امان کی ضمانت دیتا ہے حتیٰ کہ جنگ کی حالت میں بھی کسی ظلم یا بے انصافی کی تعلیم نہیں دیتا۔ یہی تعلیم آنحضرت ﷺ کی ساری مبارک زندگی میں دکھائی دیتی ہے۔ پس آج کے مسلمان علماء کی سوچ اور ہمارے آقا ﷺ کی تعلیم، اسی طرح آنحضور ﷺ کے اسوہ حسنہ اور نام نہاد علماء کے طرزِ عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جو اطوار آج کے مسلمان علماء نئی نسل کو سکھا رہے ہیں وہ اخلاق و اطوار سیّد ولدِ آدم کے ہرگز ہرگز نہیں۔

آج مسلمانوں کی قیادت نورِ فراست سے محروم ہے اور وہ نئی نسلوں کو فلاح کا راستہ نہیں دکھا سکتی۔ ان کی رہنمائی میں مسلمان دنیا بھر میں دن بدن ہزیمت و نامرادی کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے دنیا میں ترقی کرنی ہے اور اسلام کے نام کو بلند کرنا ہے تو ان کے پاس اس بات کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ امام الزمان کو شناخت کر کے خدا تعالیٰ کی قائم کردہ روحانی سیادت کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں، اس سے تعلق جوڑیں اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے تدابیر کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اُن کے امن اور فلاح کی پھر کوئی ضمانت نہیں۔

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے آمین۔

درس القرآن

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ﴿﴾

اِلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَلَوْلَادَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ

وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿﴾

ترجمہ: وہ لوگ جن سے (بلاوجہ) جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی (جنگ) کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا اور اگر اللہ تعالیٰ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے (شرارت) سے باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کردیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً بہت طاقت ور (اور) غالب ہے۔
(سورۃ الحج 40-41)

سب مفسرین کے نزدیک قرآن مجید کی یہ پہلی آیات ہیں جن میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ ان آیاتِ کریمہ میں وہ وجوہات اور شرائط بیان فرمائی گئی ہیں جن کی بناء پر مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت عطا کی گئی ہے۔

مکہ کے دَور میں مسلمان لگاتار ظلم کا نشانہ بنائے گئے اور مدینہ ہجرت کے بعد بھی ان کا پیچھا کیا گیا اور وہاں بھی ان کے لئے امن کا راستہ مخدوش کر دیا گیا۔ ان آیات میں دفاع کی پہلی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ ان پر بغیر کسی جائز وجہ کے شدید ظلم ڈھایا گیا۔ مسلمان تعداد میں کم اور دشمن کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے کمزور تھے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ اب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ اس سے ایک پیش گوئی کا پہلو بھی نکلتا ہے کہ مغرور اور طاقت کے نشہ میں چُور دشمن کے مقابلہ میں مسلمان غالب رہیں گے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہاد کی اجازت دینے کی پہلی وجہ یہ تھی کہ ان پر ایک لمبے عرصہ تک ظلم کیا گیا اور وہ خدا تعالیٰ کی خاطر اسے برداشت کرتے رہے۔

اجازت کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ انہیں بغیر کسی جائز وجہ کے ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا اور وہ وطن سے بے وطن کئے گئے۔ مدینہ میں بے وطنی اور غربت کے عالم میں بھی ان کا پیچھا کیا گیا اور مدینہ کے لوگوں کو اس بات پر اکسایا گیا کہ وہ مسلمانوں کا کسی حالت میں ساتھ نہ دیں۔ جہاد کی اجازت کی تیسری اہم وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ مسلمانوں کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ خدائے واحد پر ایمان لائے تھے اور انہیں یہ کہنے پر کہ اللہ ہمارا ربّ ہے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دفاع کی اجازت نہ دیتا تو چرچ، یہود کے معابد اور مساجد اور عبادت گاہیں تباہ وبرباد کردی جاتیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت سے لوگوں کو روک دیا جاتا۔

پس ان آیات سے یہ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اسلام نے جب جہاد کی اجازت دی تو ساتھ اس کی وجوہات بھی بیان فرمادیں کہ کن حالتوں میں جہاد کی اجازت ہے۔ پھر رسولِ مقبول ﷺ کے اسوہ حسنہ سے مزید اس بات کی تشریح کرادی کہ اگر جہاد ضروری ہو تو اس میں کن کن امور کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی یہ تعلیم نہیں کہ جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے تو غیر مسلموں کو بغیر کسی جائز وجہ کے قتل کرنا شروع کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا (سورۃ مائدہ آیت 33)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے وجہ کسی بھی انسان کو قتل کر دینا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا جرم ہے کہ گویا اس نے تمام بنی نوعِ انسان کو قتل کر دیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس قدر سنگین جرم اور درندگی ہے کہ بے گناہ انسانوں کو قتل کیا جائے یا ان کے قتل پر اکسایا جائے۔ یہ عمل اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت ﷺ کی شفقت اور اپنے غلاموں سے احسان کا یہ عالم تھا کہ آپ کی خدمت پر مامور بھی آپ سے جدا ہونے پر تیار نہ ہوتے اور بظاہر آزادی کو آپ کی غلامی پر ترجیح نہ دیتے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد جب انہوں نے اپنے غلام حضرت زیدؓ کو آنحضور ﷺ کو دیدیا تو آنحضور ﷺ نے حضرت زید سے جو مشفقانہ سلوک روا رکھا اور جس طرح ان کی غلطیوں سے صرف نظر فرماتے ہوئے ان کا خیال رکھا، اُس کی شہادت ان روایات سے عیاں ہے:

ابن حجر العسقلانیؒ ''الاِصابة'' میں لکھتے ہیں کہ ایک حج کے موقع پر حارثہ قبیلہ کے لوگ حضرت زیدؓ سے مکہ میں ملے اور انہیں ان کے والدین کی ان سے ملنے کی تڑپ کے بارہ میں بتایا۔ اور واپس جا کر آپ کے والدین کو آپؓ کے بارہ میں آگاہ کیا۔ حضرت زیدؓ کے والد کو جب آپؓ کے ٹھکانہ کا علم ہوا تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ نکلا اور مکہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کے بارہ پوچھا۔ انہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی اے عبدالمطلب کے بیٹے جو اپنی قوم کے سردار کے تھے آپ اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں اور آپ مصیبت زدوں کی مدد کرتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم آپ کے پاس اپنے بیٹے جو آپ کا غلام ہے کے لئے آئے ہیں پس آپ ہم پر احسان کریں اور فدیہ لے اسے کر آزاد کر دیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا زید بن حارثہؓ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کچھ؟ اور فرمایا اس کو بلاؤ اور پوچھو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو وہ بغیر فدیہ کے ہی تمہارا ہے۔ اور اگر وہ مجھے چنتا ہے تو اللہ کی قسم میں جو مجھے اختیار کرتا ہے میں اس پر فدا ہوں۔ اس پر حارثہ کا چہرہ جس کو اس فیاضی کی توقع نہ تھی چمک اٹھا۔ اور اس نے کہا کہ آپ نے ہمارے ساتھ مکمل انصاف بلکہ اس سے بڑھ کر سلوک کیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تو ان لوگوں کو جانتا ہے؟

حضرت زیدؓ نے عرض کیا جی۔ یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو مجھے تو جانتا ہے اور میرا ساتھ سلوک دیکھ چکا ہے پس تو مجھے یا ان کو چن لے۔ اس پر حضرت زیدؓ نے عرض کی کہ میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا آپ ﷺ ہی میرے باپ اور چچا ہیں۔ یہ سب دیکھ کر آپؓ کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید تیرا بھلا ہو! تو غلامی کو آزادی اور اپنے باپ اور چچا اور سب گھر والوں پر آپؐ کو ترجیح دے رہا ہے۔ تو حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہاں، میں نے اس شخص میں وہ کچھ دیکھا کہ میں اس پر کسی اور ترجیح نہیں دوں گا۔

جب آپ ﷺ نے یہ سنا تو حضرت زیدؓ کو کعبہ کے صحن میں لے آئے اور کہا کہ اے لوگو گواہ رہنا زید میرا بیٹا ہے یہ میرا اور میں اس کا وارث ہوں۔ جب ان کے والد اور چچا نے یہ حال دیکھا تو مطمئن ہو کر لوٹ گئے۔ اور حضرت زیدؓ آیت اُدعوھم لآبائھم کے نازل ہونے تک زید بن محمد ہی کہلاتے رہے۔

(الاصابة لابن حجر العسقلانی جلد2 صفحہ 599)

حضرت ابوعمرو الشیبانیؒ حضرت زید بن حارثہؓ کے بھائی حضرت جبلہ بن حارثہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا زید وہ کھڑا ہے اس سے پوچھ لو اگر وہ جانا چاہتا ہے تو میں اسے منع نہیں کروں گا۔ تب حضرت زیدؓ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں آپ ﷺ کے سوا کسی اور کو ہرگز اختیار نہیں کروں گا۔ (حضرت جبلہؓ) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی رائے کو اپنی رائے سے بہتر پایا ہے۔

(الترمذی کتاب المناقب)

آنحضرت ﷺ کی حضرت زیدؓ سے محبت پھر بڑھتی ہی گئی اور حتی کہ آپؓ کے بیٹے اسامہؓ کو بھی آنحضور ﷺ نے بے انتہا شفقت اور محبت سے نوازا اور اپنے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ کے طرح اُن کا بھی خیال رکھتے رہے۔

کلام الامام

''............سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروانہ رکھنا، ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔......اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی سلسلہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اِس جلسے میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دِقت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔......اس جلسے پر جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے خدا اُن کو جزائے خیر بخشے اور اُن کے ہر یک قدم کا ثواب اُن کو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول، مطبوعہ لندن صفحہ ۳۰۳،۳۰۲)

''ہر یک صاحب جو اس لِلّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم وغم دور فرمادے اور اُن کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔''

(اشتہار ۷/دسمبر ۱۸۹۲ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۴۲)

''مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آ ملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۳۴۱)

فرمودات سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مسجد دارالبرکات برمنگھم کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جونصائح ارشاد فرمائیں، اُن سے ایک اقتباس پیش ہے:

"جس قربانی کے جذبے سے آپ نے یہ مسجد تعمیر کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے جس جذبے کے تحت آپ نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے وہ جذبہ ماند نہیں پڑ جانا چاہئے، ختم نہیں ہو جانا چاہئے۔ آپ کا اصل جذبہ اس عمارت کی تعمیر کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آنے والوں کے لئے، اکٹھے ہو کر اس کی عبادت کرنے والوں کے لئے ایک جگہ بنانا تھا جو اللہ تعالیٰ کا گھر کہلائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں تھا کہ لوگ ایک ایسی جگہ میں اکٹھے ہوں اور وہاں اکٹھے ہو کر باجماعت نمازیں ادا کرنے والے ہوں، عبادت کرنے والے ہوں، ایک امام کی آواز کے ساتھ کھڑے ہوں اور بیٹھنے والے ہوں، رکوع کریں اور سجدہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو نعرہ لگاتے ہیں اپنے عملوں سے بھی اس کا اظہار کریں کہ اے اللہ! ہم ایک ہیں۔ مسجد بنا کر نماز پڑھتے وقت بھی ہم ایک ہیں۔ اور ہم ایک ہیں مسجدوں سے باہر آ کر بھی۔ اس لئے کہ تیرا حکم ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اے اللہ! تیری وحدانیت کو قائم کرنے کے لئے آنے والے تیرے امام کو بھی پہچانا ہے۔ اور پھر تُو نے اے اللہ! اپنے وعدوں کے مطابق ہمیں اس امام الزمان کے بعد خلافت کے ذریعہ سے مضبوط کیا ہے، ہمیں ایک رکھا ہے اور ہمیں تمکنت عطا فرمائی ہے، ہمیں مضبوطی عطا فرمائی ہے۔ ہم یہ دعا کرتے ہیں اور تجھ سے تیرا فضل مانگتے ہوئے، تجھ سے اس بات کے طالب ہیں کہ یہ انعام جو تو نے ہم پر کیا ہے اسے ہمیشہ قائم رکھ۔ اور اے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ تیرے شکرگزار اور عبادت گزار بندے بنے رہیں۔ اور تیری وحدانیت کو قائم کرنے کے لئے اور تیری عبادت کرنے کے لئے جو مسجد ہم نے بنائی ہے اسے ہم ہمیشہ آباد رکھیں ہمیں ہمیشہ اسے آباد رکھنے کی توفیق دے۔

تو جب اس طرح دعائیں اور عمل ہو رہے ہوں گے تو پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح آپ کے خوف کو ہمیشہ امن میں بدلتا چلا جائے گا۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہمیں جو کچھ ملنا ہے اور ملا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ملا ہے۔ اور اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے، اس کی عبادت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور نیکیوں کو دنیا میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جب تمہیں تمکنت مل گئی پھر تمہاری ترجیحات بدل نہیں جانی چاہئیں۔ (میں ترجمہ نہیں کر رہا مفہوم بیان کر رہا ہوں وضاحت سے) بلکہ تمہیں نمازوں کی طرف بھی زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوگی تا کہ اللہ کے عبادت گزار بندے بنو اور اس کے فضلوں کو مزید حاصل کرو۔ اور تمہاری نسلیں بھی ان فضلوں کو حاصل کریں تا کہ تمہاری یہ مضبوطی، یہ تمکنت قائم رہے۔ ایک خدا کے آگے جھکنے والے، اس کی وحدانیت قائم کرنے والے بنے رہیں۔ سورۃ نور میں، آیت استخلاف جسے ہم کہتے ہیں، اس میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے کہ خلافت عطا فرمائی تا کہ تم میں مضبوطی قائم رہے۔ آئندہ بھی یہ انعام ملتا رہے گا انشاء اللہ، لیکن ان کو ملتا رہے گا جو میری عبادت کریں گے۔ فرمایا ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَايُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾ (النور:55) یعنی یہ انعام میری اس طرح عبادت کرنے والوں کے لئے ہے جو عبادت کا حق ہے کسی بھی لحاظ سے شرک کرنے والے نہ ہوں، چھپا ہوا شرک بھی ان میں نہ پایا جاتا ہو۔ ایسے عبادت کرنے والوں کو انعام ملتا رہے گا۔ جب نماز کا وقت ہو تو تمام کاروبار بند کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکو۔ تمہارے کاروبار، تمہاری خواہشات تمہاری ذمہ داریاں تمہیں اس شرک پر آمادہ نہ کریں۔ یہ بھی چھپا ہوا ایک شرک ہے۔ تمہیں یہ خیال نہ آ جائے کہ اس وقت تو کام کا وقت ہے۔ اس وقت تو کاروبار کا وقت ہے۔ اگر میں نے تھوڑی دیر کے لئے بھی چھٹی کی تو میرا نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ تو اپنے کاروباروں کو میرے مقابلے میں بت بنا کے بیٹھے ہوئے ہیں ان میں کس طرح مضبوطی آ سکتی ہے۔

پھر کسی نے اولاد کو بت بنایا ہوا ہے۔ پھر اور اس طرح بے شمار چیزیں ہیں۔ تو یہ سب بت توڑنے ہوں گے۔ ہلکے سے ہلکے شرک سے بھی بچنا ہوگا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی۔ مسجد کو نمازیوں سے بھرنے کی کوشش کرو گے تو آج جو تم ایک مسجد پر خوش ہو رہے ہو، اللہ تعالیٰ ایسی ہزاروں مسجدیں تمہیں عطا فرمائے گا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ مسجدوں کو نمازیوں سے بھرو۔ آیت استخلاف سے اگلی آیت میں بھی یہی حکم ہے کہ نماز قائم کرو، نماز باجماعت پڑھو۔ غرض مومن وہی ہے، اللہ تعالیٰ کے انعام پانے والے وہی ہیں، خلافت سے وابستہ رہنے والے وہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم رکھنے والے وہی ہیں جو مسجدوں کو آباد رکھیں۔"

(ارشاد فرمودہ یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء)

عشق و فدائیت اور صبر و استقامت کی درخشندہ مثال

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ

(نصر اللہ ناصر صاحب)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ و اٰخرین منھم کے مصداق حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے۔ آپ حافظِ قرآن اور صاحبِ علم وفضل اور متبحر عالم تھے۔ طِبّ وحکمت بھی جانتے تھے۔ علاوہ اس کے تصوّف اور للّٰہیّت نے آپ کی سیرت میں مزید نکھار پیدا کر دیا ہوا تھا۔

ولادت اور وطن مالوف

آپ کی ولادت باسعادت 1830ء کی ہے۔ آپ کا وطن مالوف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کا ایک گاؤں ''اُبھوریانوالی'' ہے۔ آپ کے والد مکرم مولوی محمد یٰسین صاحب علاقہ کی معزز گکھڑ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب بچپن میں ہی جہلم چلے گئے اور پھر جہلم کا ہی نشان بن گئے۔ اور وہیں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

تعلیم اور دینی مصروفیات

25 سال کی عمر میں آپ دینی تعلیم کے لئے دہلی گئے۔ جہاں اس وقت کے مشہور عالم حدیث مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ 1865ء میں حصول علم کے بعد جہلم لَوٹے تو اہل حدیث تحریک کے پُر جوش داعی بن گئے اور اہل حدیث مکتبِ فکر کی اشاعت کے لئے کوشش شروع کر دی۔ گجرات، گجرانوالہ، سیالکوٹ اور جہلم میں تحریک کی بنیاد رکھی۔ فرقہ اہلحدیث اختیار کرنے کے بعد آپکو تکالیف بھی برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن مجاہدانہ کوششوں میں لگے رہے۔ کثیر تعداد میں مدمقابل علماء ہوتے جن سے کئی کئی ہفتے مناظرہ کرتے اور کامیاب وکامران رہتے۔ بالآخر علاقہ میں اہلحدیث مکتب فکر کی تعداد بڑھ گئی اور آپ کی تکالیف کم ہوگئیں۔ قبول احمدیت سے پہلے آپ نے جہلم میں درس حدیث بھی جاری کیا تھا۔ آپ کے حلقۂ شاگردی میں حافظ عبدالمنان صاحب زیروی، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی، مولوی محمد قاری صاحب جہلمی، مولوی حشمت علی صاحب راجوری، مولوی محمد عرفان صاحب ڈونگا گلی اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب کھیوال جیسے علماء شامل تھے۔

مہدی آخرالزمان کے قدموں میں

حضرت مولوی صاحب درس وتدریس کے سلسلہ کے ساتھ ساتھ آنے والے ماموز زمانہ کی تلاش میں بھی تھے کیونکہ پیشگوئیاں اس زمانہ کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ حضرت مولوی عبداللہ غزنوی صاحب اور حضرت صاحب کوٹھہ شریف والے کے ہاں بھی گئے مگر اطمینان نہ ہوا۔ آپ اسی جستجو میں تھے کہ یہ خبر سنی کہ قادیان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو قرآن کا ماہر ہے اور ہر مذہب کے مقابل پر اسلام کی نمائندگی کر رہا ہے، خصوصاً آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات اور شکوک کا مدلّل اور مسکت جواب دے رہا ہے۔ تو آپ اپنی فطرتِ سعیدہ سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہی میری منزل ہے جس کی تلاش تھی۔ کئی دن کے سفر کے بعد قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس ان دنوں چالیس روز عبادت اور دعاؤں کی غرض سے ہوشیار پور تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب بجائے جہلم جانے کے، شوقِ ملاقات میں ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت اقدس خلوت نشینی کئے ہوئے تھے۔ کسی شخص کو بھی ملنے کی اجازت نہ تھی۔ دروازہ پر حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ بیٹھے تھے اور کسی کو اندر نہ جانے دیتے۔ آپ نے منّت سماجت سے کام نکالنا چاہا مگر بے سود۔ پھر یہ زیارت اور ملاقات کیسے ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

''حضرت مولوی برہان الدین صاحب اہل حدیث میں سے تھے اور ان کے لیڈر تھے۔ انہوں نے (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر سُنا۔ شاید انہوں نے براہین احمدیہ کا اشتہار پڑھا۔ آریوں یا عیسائیوں کے خلاف کسی اخبار میں آپ کا مضمون دیکھا تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ مَیں خود انہیں جا کر دیکھ آؤں۔ چنانچہ آپ جہلم سے پاپیادہ قادیان روانہ ہوگئے۔ لیکن کئی دن کے سفر کے بعد جب قادیان وارد ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس علیہ السلام ان دنوں متواتر چالیس دن عبادت اور دعاؤں میں گزارنے کے لئے الہام الٰہی ''تیری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی'' کی تعمیل میں ہوشیار پور گئے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے جہلم واپس جانا گوارا نہ کیا اور شوق ملاقات کے باعث قادیان میں رہ کر انتظار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ آپ قادیان سے ہوشیار پور روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ آپ سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے ساتھ والوں کو ہدایت دیدی تھی کہ کسی کو اندر نہیں آنے دینا اور شیخ حامد علی صاحب کو دروازہ پر بٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے منتیں کیں کہ مجھے ملنے دو مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر مولوی برہان الدین صاحب نے کہا کہ مجھے صرف چک اٹھا کر ایک دفعہ دیکھ لینے دو اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گا۔ مگر شیخ حامد علی صاحب نے یہ بات بھی نہ مانی۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کی خواہش کو پورا کرنا تھا۔ اس لئے اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام کو کوئی ضرورت پیش آئی اور آپ نے فرمایا میاں حامد علی تم فلاں چیز لے آؤ۔ وہ اس طرف چلے گئے اور انہیں موقعہ میسر آ گیا۔ یہ چوری چوری گئے۔ انہوں نے چک اٹھا کر حضرت صاحب کو دیکھا۔ (آپ) اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور جلدی جلدی کمرہ میں ٹہل رہے تھے۔ یہ عام نظر میں معمولی بات ہے۔ مگر صاحب عرفان کی نگاہ میں یہ بڑی بات تھی۔ انہوں نے آپ کو دیکھا اور واپس آ گئے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا مولوی صاحب آپ نے کیا دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ اُس نے بہت دُور جانا ہے۔ یہ کمرہ میں تیز تیز چل رہا

تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بڑا کام کرنا ہے۔''

(الفضل 5جولائی 1957ء صفحہ 5)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب نے شناخت کر لیا تھا کہ یہی مامور زمانہ ہیں جن کی انہیں تلاش تھی۔ چنانچہ آپ نے موقعہ پاکر بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر بیعت لینے سے انکار کر دیا کہ مجھے بیعت لینے کا اذن نہیں۔ چنانچہ ملاقات کے بعد آپ واپس جہلم تشریف لے آئے۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کی بیعت 1891ء کے قریب کی ہے۔ حضرت اقدسؑ نے آپ کا نام ''آئینہ کمالات اسلام'' میں اور آپ کے بیٹے سمیت آپؓ کا نام کتاب ''انجام آتھم'' میں درج فرمایا ہے۔ اسی طرح ''کتاب البریہ و تبلیغ رسالت'' میں بھی آپؓ کا ذکر آیا ہے۔

خدمتِ دین اور تکالیف کا دَور

آپؓ اپنے علم و عرفان کے لحاظ سے اپنے علاقہ میں خاصی شہرت رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کے ذریعہ ضلع جہلم اور قرب و جوار کے رہنے والے بڑی تعداد میں احمدیت کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ کے دل میں قربانی اور اشاعتِ دین کا اس قدر جذبہ تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس سرزمین کو بھی اسلامی شریعت رکھنے والی قرار دیا۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

''سیالکوٹ۔ گجرات۔ گجرانوالہ اور جہلم کے اضلاع کی سرزمین اپنے اندر اسلامی شریعت کی خاصیت رکھتی ہے۔ ان اضلاع میں بہت لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا ہے اور کثرت سے مرید ہوئے ہیں......''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ436)

جب مولوی صاحب جہلم میں جا کر اشاعتِ دین میں مصروف ہو گئے تو آپ کی سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ پر مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اکثر مالی تنگیوں کا شکار رہے۔ بعض دفعہ فاقہ کشی تک نوبت آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد جب ان کے ساتھیوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ تو ان کی حیثیت مزدوروں کی سی ہو گئی۔ حتیٰ کہ ان کے پاس پورے کپڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ مگر اس قدر قربانیوں کے باوجود ان کے دل میں ہمیشہ خلش رہتی کہ ابھی ہم نے کچھ نہیں کیا۔''

(الفضل 17دسمبر 1945ء صفحہ 6)

نیز فرمایا: ''مولوی برہان الدین صاحبؓ احمدیت سے پہلے......وہابیوں کے مشہور عالم تھے اور ان میں بڑی عزت حاصل تھی۔ جب احمدی ہوئے تو...... ان کے گزارہ میں تنگی آ گئی۔ پھر بھی انہوں نے پرواہ نہ کی اور ایسی غربت میں دن گزار دیئے۔ بہت ہی مستغنی المزاج تھے۔ انہیں دیکھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ بھی کوئی عالم ہیں...... بہت ہی منکسر المزاج طبیعت کے تھے۔''

(الفضل 25دسمبر 1935ء صفحہ 8)

آپ کے فرزند حضرت مولوی عبدالمغنی صاحبؓ کا بیان ہے کہ والد صاحب کی زندگی نہایت تنگی میں گزری۔ گھی مہینوں ہمارے گھر نہیں آتا تھا۔ کبھی کبھار نقدی میسر ہوتی تو تِلوں کا تیل گھی کی جگہ استعمال کرتے۔ گوشت کہیں سے ہدیہ آ جائے ورنہ بازار سے خرید کر پکانا ہماری مالی طاقت سے باہر تھا۔ ایندھن ملتا نہیں تھا کہ سالن تیار کیا جا سکے یا روٹی اچھی طرح پکائی جا سکے۔ ایک شہتوت کا درخت تھا آپ کی اہلیہ اس کے خشک پتے جمع کرتیں۔ اس سے نیم پختہ سالن اور روٹی تیار ہوتی۔ ان پتوں پہ دال وغیرہ کا پکانا مشکل تھا۔ اس سے کچی دال کو بھون لیا جاتا اور پھر اسے چکی میں پیس لیا جاتا اور پتوں کی آگ پر پانی گرم کر لیا جاتا اور اس سفوف میں ملا لیا جاتا اور نمک مرچ ڈال کر اس سے روٹی کھالی جاتی۔ سبزی کھانے کو جی چاہتا تو شہتوت کی تازہ کونپلیں یا بیری کے تازہ اور کچے پھل پکا کر بطور سبزی استعمال کرتے۔

آپؓ نے یہ سارا عرصہ مجاہدانہ طرز پر گزارا اور آپ کے اہل اور اولاد نے بھی بڑے صبر اور قربانی سے یہ وقت گزارا۔ آپکے ایک شاگرد مولوی مہر الدین صاحب لالہ موسیٰ کو آپ کی تکلیف کا علم ہوا تو انہوں نے لالہ موسیٰ سے لکڑیاں بھیجنی شروع کیں۔ کبھی کبھی آپ کو فاقہ کشی کی نوبت بھی آئی جس کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تاکہ آپ کی فاقہ مستی پر کسی دیکھنے والے کو اطلاع نہ ہو۔ ان حالات کے باوجود آپ بڑی ہمت اور استقلال کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہتے۔

حضورؑ کا سفرِ جہلم اور آپؓ کی عقیدت

1902ء میں حضور علیہ السلام مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت مولوی برہان الدین صاحب کی عجیب عاشقانہ کیفیت تھی۔ آپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ حضور نے جب جہلم ورود فرمایا۔ آپ اس وقت ضعیف تھے۔ عمر تقریباً 75 سال تھی۔ آپ حضور کی سواری کے آگے آگے عجیب مجذوبانہ حالت میں چل رہے تھے۔ آپ بار بار لوگوں سے کہتے جاتے تھے: ''پپلی (چیونٹی) کے گھر نارائن یعنی ایک معمولی اور غریب کے گھر خدا کا بروز آیا ہے''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ275)

آپ بلند آواز سے لوگوں کو خطاب کرتے ''دیکھو مرزا صاحب آ رہے ہیں۔ تم ان کو دیکھو''۔ وعظ کرتے کرتے یہ بھی کہتے: سبحان اللہ ''ایہہ نعمتاں کتھوں!'' یعنی خوش بختی ہے ورنہ یہ نعمتیں کہاں!۔

جہلم ریلوے سٹیشن سے کچہری تک راستے میں لوگوں کا اژدہام تھا۔ مہدی آخر الزمان کی زیارت کے لئے اردگرد کے شہر و دیہات سے بکثرت لوگ آئے تھے۔ آپؓ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بڑی تعداد نے امام الزّمان کو شناخت کر کے بیعت کی۔ شوقِ زیارت میں سڑکوں بازاروں اور ریلوے اسٹیشن پر جمع ہونے اور قبول احمدیت کی کیفیت حضورؑ یوں بیان فرماتے ہیں:

''جب مَیں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کیلئے آیا۔ اور تمام سڑکوں پر آدمی تھے۔ ایسے انکسار کی حالت میں تھے کہ گویا سجدے کرتے تھے اور پھر ضلع کی کچہری کے اردگرد اس قدر لوگوں کا جوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے۔ گیارہ سَو آدمی نے بیعت کی اور قریباً دوسَو کے قریب عورت بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئی...... اور بہت سے لوگوں نے ارادت سے نذرانے دیئے اور تحفے پیش کئے۔''

(حقیقت الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22صفحہ 264)

ایک افواہ کا ازالہ

سفرِ جہلم کا ہی واقعہ ہے کہ مخالفین نے یہ بات پھیلا دی کہ نعوذ باللہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جذام اور کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ جہاں

قیام فرماتے۔ بکثرت لوگ حضور کی زیارت کے لئے آئے۔ لوگوں کا اصرار بڑھتا جارہا تھا۔ کہ وہ حضور کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے موقعہ غنیمت جانا۔ جونہی حکام کی درخواست پر حضورؑ باہر آکر کرسی نشین ہوئے تو بیان کیا جاتا ہے کہ: ''انہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی دونوں آستینیں اٹھا کر لوگوں کو باز و اور پاؤں دکھائے۔ اور کہا کہ لو دشمن جھوٹ بولتا تھا کہ اس مقدس انسان کے ہاتھ پاؤں پر معاذ اللہ کسی بیماری کے نشان ہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد سونم صفحہ 276)

آپ کے اس طرز عمل سے مخالفین کا پراپیگنڈا اور افواہیں غلط ثابت ہوئیں اور حضور کی ذات اقدس پر کئے گئے اعتراضات کا ازالہ ہوا۔

سفر سیالکوٹ کے دوران ایمان افروز واقعات

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ بیعت کے بعد عموماً قادیان آیا کرتے۔ اگر حضور قادیان موجود نہ ہوتے تو آپ وہیں پہنچ جاتے جہاں آپ تشریف لے جاتے۔ چنانچہ 1904ء میں آپ سیالکوٹ پہنچ گئے۔

سیالکوٹ کے قیام کا ہی ایک اور عاشقانہ رنگ رکھنے والا واقعہ مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹی یوں بیان کرتے ہیں: ''حضرت اقدس اپنے خدام کے ہمراہ کہیں جارہے تھے کہ کسی عورت نے کھڑکی سے حضور پر راکھ ڈالی۔ حضور گزر گئے مگر راکھ مولوی صاحب کے سَر پر پڑی آپ پر محویت طاری ہوگئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے ''پاؤ مائے پا'' یعنی بڑھیا اور راکھ ڈالو۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سونم صفحہ 424)

سیالکوٹ میں ہی ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس قادیان جانے لگے تو الوداع کہنے کے لئے حضرت مولوی صاحب بھی ساتھ گئے۔ آپ جب سٹیشن سے واپس آرہے تھے تو جو سلوک حضرت مولوی صاحب کے ساتھ کیا گیا اس کی مثالیں قرونِ اولیٰ میں ہی نظر آتی ہیں۔ اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے یوں بیان فرمائی ہے: ''جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں اور دق کیا۔ مولوی برہان الدین صاحبؓ انہی میں سے ایک تھے۔ جب وہ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈے ان کے پیچھے ہوگئے۔ اور ان پر گند پھینکا۔ دیکھنے والوں نے بعد میں بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحب کو جبراً پکڑ کر ان کے منہ زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا: ''الحمد للہ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح نے روز روز آؤناں اے''۔ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعود جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقعہ ملے۔''

(الفضل 10/ اکتوبر 1945)

اس وقت حضرت مولوی صاحب ضعیف العمر تھے۔ آپ کی عمر 75-74 سال کے قریب ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ سے بہت محبت تھی۔ کئی بار حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب قادیان آجائیں۔ مگر آپ اس خیال سے قادیان مستقل نہ آئے کہ کہیں وہ بوجھ نہ بنیں۔

آپؓ کی وفات

آپ 3/دسمبر 1905ء کو جہلم میں چند دن کی علالت کے بعد وفات پا گئے۔ آپ اس سال رمضان المبارک میں معتکف ہوئے تو اعتکاف کے دوران آپ کو الہام ہوا: انا کفینٰک المستھزءِ ین کہ ہم استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔ اسی طرح ایک اور الہام ہوا کہ ''امام الوقت تو ایک طرف رہے اب تو ان کے مریدوں کو بھی الہام ہونے لگے ہیں۔ پھر ہم اس سلسلہ کی تائید کیوں نہ کریں۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سونم صفحہ 425)

عید کا چاند دیکھنے پر اعتکاف مکمل ہوا۔ اور آپ گھر تشریف لے آئے اور پھر عشاء کی نماز کے لئے چلے گئے۔ اسی رات آپ کو بخار ہوا۔ صبح کے وقت طبیعت کچھ سنبھلی تو عید کی نماز ادا کی۔ آپ کو دوبارہ بخار ہوگیا۔ بیماری کے دوران قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد فرمانے لگے کہ دونوں دروازے کھولو کہ مجھے انتظار ہے۔ پوچھا گیا کس کا؟ آپ خاموش رہے۔ آپ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور نو بجے کے قریب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ساڑھے چار بجے شام آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جہلم کے مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ 8/دسمبر 1905ء کو حضورؑ نے قادیان میں اپنے احباب سمیت نماز جنازہ غائب پڑھی اور دیر تک دعائے مغفرت فرماتے رہے۔ حضورؑ نے حاضرین کو وہ خط پڑھ کر سنایا جو آپ کے فرزند حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب نے وفات کی اطلاع کے سلسلہ میں لکھا تھا۔ آپ نے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس بچے کو لکھ دو کہ ''ہم ہر طرح سے اس کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے اور ان کے علوم دینیہ اور اخلاق اور عبادات کو حاصل کرے۔ علوم کے حاصل کرنے کے لئے خواہ وہ یہاں آجاوے۔ بہرحال ضروری ہے کہ وہ بہت سعی کرے۔''

(الحکم 17/دسمبر 1905ء بحوالہ الفضل 15/ستمبر 1971ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو الہام ہوا تھا: ''دو شہتیر ٹوٹ گئے''

(بدر 14/ ستمبر 1905ء صفحہ 2 کالم 1)

الحکم 10/ستمبر 1905ء صفحہ 12 کالم 4 پر یہ ان الفاظ میں ہے۔ ''دو شہتیر ٹوٹ جائیں گے''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سونم صفحہ 415)

اس الہام میں ایک شہتیر آپ تھے اور دوسرے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی۔

آپؓ کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر معمولی صدمہ کا اظہار کیا۔ آپؓ کی اور آپ کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات پر قادر الکلام اور خدمتِ دین کرنے والے علماء پیدا کرنے کے لئے 6/جنوری 1906ء کو مدرسہ احمدیہ کی بنیاد پڑی۔

اخلاص وفدائیت

حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت تھی۔ آپ کی اس محبت میں عشق وفدائیت کا رنگ تھا۔ یہ اخلاص کا رنگ الٰہی عطیہ اور سعادت ہے۔ یہاں آپ کے اخلاص و محبت اور عشق وفدائیت کے چند واقعات دیئے جاتے ہیں جن سے آپ کی دلکش سیرت کی عکاسی ہوتی ہے۔

حضرت مولوی صاحب کے دل میں خدمت کا جذبہ بے انتہا تھا۔ اور اپنے آقا کی خدمت میں جنون کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ حضرت اقدس جب سیر کر کے

واپس گھر کی طرف آتے تو آپ آگے بڑھ کر حضور کی نعلین مبارک اپنی کندھے والی چادر سے صاف کر دیتے۔'' (تاریخ احمدیت جلدسوئم صفحہ 423)

خدمتِ دین کی تڑپ

آپؓ کے دل میں اشاعت دین کی بڑی تڑپ تھی۔ ہروقت اس کام میں مصروف رہتے پھر بھی یہ خلش رہتی کہ مَیں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ کے اس جذبہ اور تڑپ کے متعلق ایک واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی زبان سے ملاحظہ فرمایئے:'' ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ روحانی معارف بیان فرما رہے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور دوسرے دوست بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی برہان الدین صاحب نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا مولوی صاحب کیا بات ہے لیکن آپ جتنا پوچھتے آپ اتنا ہی زیادہ زور سے رونے لگ جاتے۔ آخر بار بار پوچھنے اور تسلی دلانے پر مولوی برہان الدین صاحب نے کہا۔ حضور لوگ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ مسیح آئے گا دنیا میں روحانی معارف لٹائے گا اور ہم اس پہ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔ ہم ان امیدوں کے ساتھ انتظار میں بیٹھے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ہم ہر قسم کی قربانیاں کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کریں گے۔ خدا تعالیٰ کا مسیح آ گیا۔ اس نے مجھے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمادی۔ لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ اسلام کے لئے قربان کر سکوں۔ حالانکہ وہ غریب ہی اس لئے ہوئے تھے کہ وہ احمدی ہو گئے تھے۔ پھر کہنے لگے ہم سُنا کرتے تھے کہ مسیح آئے گا اور خزانے لٹائے گا۔ آپ نے خوب خزانے لٹائے مگر مَیں تو پھر بھی جھڈو کا جھڈو ہی رہا...... یعنی میں پھر بھی ناکام کا ناکام ہی رہا۔ یہ کہہ کر وہ چیخیں مار مار کر رونے لگ گئے۔''

(الفضل 17/ دسمبر 1945ء صفحہ 605)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:'' یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر یعنی مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے قربانیاں کیں اور انتہا درجہ کی قربانیاں کیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو پالیا اور کچھ ایسے ہیں جو قربانیاں کر رہے ہیں۔'' (ایضاً)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے بھی اس ایمان افروز واقعہ کو نظم کیا ہے جس میں علاوہ اس واقعہ کے حضرت مولوی صاحب کی سیرت کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے یہ نظم درج ذیل کی جاتی ہے:

ایک تھے جہلم میں رہتے مولوی بُرہان الدیں
جو حواری ابتدائی(۱) حضرت احمدؑ کے تھے
ایک دن جب سیر سے حضرت ہوئے واپس تو وہ
احمدیہ چوک میں یُوں آپؑ سے کہنے لگے
اپنی حالت ہے عجب کمزور۔ اے میرے حضور
احمدی بن کر بھی ہم جُھڈو(۲) کے جُھڈو ہی رہے
کہہ کے پنجابی میں یہ الفاظ پھر وہ رو دیئے
حضرت مہدیؑ تسلی ان کی گو کرتے رہے
تھے اگرچہ سلسلہ کے سابقون الاوّلون
پر ہمیشہ وہ ترقی کے رہے پیچھے پڑے
وحیِ حق نے ان کو شہتیر(۳) جماعت تھا کہا
پھر بھی اپنے حال پر نادم تھے حیران تھے
جائے عبرت ہے کہ مجھ سا بے عمل اور نابکار
جو کہے کچھ اور کرے کچھ مطمئن پھر بھی رہے
ان کو تھی ہر دم تڑپ۔ قرب الٰہی کی لگی
اور ہم بستر میں لیٹے۔ کروٹیں ہیں لے رہے
آگ تھی دل میں۔ نہ تھا ان کو کہیں آرام و چین
جان جائے حق کی راہ میں۔ بس یہی تھے چاہتے
''اے خدا بر تربتِ اُو ابر رحمت ہا ببار''
آنکہ بود از جان و دل۔ قربان روئے دلبرے
مرحبا! کیسے تھے احمدؑ کے یہ صحابہ کبار
احمدیت کے لئے سب کچھ ہی قربان کر گئے
جنت الفردوس میں اعلیٰ مدارج ہوں نصیب
حق تعالیٰ ان سے خوش ہو مغفرت اُن کی کرے

(بخار دل صفحہ177)

(۱) مولوی صاحب 1886ء سے پہلے کے تعلق رکھنے والے تھے۔
(۲) قریباً اصل الفاظ۔
(۳) دو شہتیروں کے ٹوٹنے کا الہام۔

خادم اپنے آقا کی نگاہ میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں حضرت مولوی صاحب کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ اور آپ کے اخلاص اور محبت سے تسلی پاتے تھے آپ کے ذکر پر ایک مرتبہ فرمایا:'' وہ اوّل ہی اوّل ہوشیارپور میں میرے پاس گئے۔ ان کی طبیعت میں حق کے لئے ایک سوزش اور جلن تھی۔ مجھ سے قرآن شریف پڑھا۔ بائیس برس سے میرے پاس آتے تھے۔ صوفیانہ مذاق تھا۔ جہاں فقراء کو دیکھتے وہیں چلے جاتے۔ میرے پاس بڑی محبت رکھتے تھے۔''

(الحکم 7/ جنوری 1909ء بحوالہ الفضل 15/ ستمبر 1971ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ضمیمہ انجام آتھم میں اپنے بعض صحابہؓ اور ان کی مالی قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں حضرت مولوی برہان الدین صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

'' میاں عبداللہ صاحب سنوری اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاءالدین صاحب قاضی کوٹ اور منشی چوہدری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپور اور منشی جلال الدین صاحب وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد 11 صفحہ..)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو لکھی

تھی جس میں اپنے مختصر حالات لکھے تھے اور آخر میں اپنی جماعت کے بعض ممبروں کے نام لکھے۔ اس فہرست میں حضرت مولوی صاحب کا نام بھی لکھا:

''68۔ مولوی برہان الدین صاحب گکھڑ، جہلم۔''

(کتاب البریہ)

اسی طرح ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ سے متعلق حضورؑ کو ایک الہام ہوا کہ مخالف کو ذلت اور رسوائی ہوگی۔ اس الہام کی صداقت کے گواہ کے طور پر بھی آپ کا ذکر ''تبلیغ رسالت'' میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی پاکیزہ صحبت اور فیض و برکت سے حضرت مولوی صاحب کے اندر فنا اور للّٰہیت کا رنگ تھا۔ دنیاداری کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ آپ نہایت سادہ، منکسر المزاج اور متوکل بزرگ تھے۔ زبردست مخالفت اور دوبار املاک کے نقصان پر صبر و استقلال کی عمدہ مثال قائم کی۔

وہ قادیان آجائیں

آپؓ کے ایک شاگرد حضرت مولوی مہرالدین صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قادیان آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ مولوی برہان الدین صاحب کو کہنا کہ وہ قادیان آجائیں۔ ان کے آنے سے مجھے آرام ملتا ہے۔ کیونکہ وہ میرے ساتھ کام کرتے ہیں، کتابوں کا پروف دیکھتے ہیں۔ اگر وہ خرچ کا عذر کریں تو کہہ دینا کہ خرچ ہم دیں گے۔ میں نے مولوی صاحب سے جا کر عرض کیا تو وہ قادیان پہنچ گئے۔

آپؓ کے بارہ میں بعض روایات

حضرت برہان الدین صاحبؓ کو اپنے آقا مسیح دوراں کی جو صحبت نصیب ہوئی اس کے آثار میں آپکی بعض روایات پیش ہیں جو آپ کے شاگرد مولوی مہرالدین صاحب صحابیؓ چک 9 پنیار (سرگودھا) نے قادیان میں قلمبند کروائیں۔

وہ بیان فرماتے ہیں: ''مَیں لالہ موسیٰ سے جہلم سودا خریدنے جایا کرتے تھا۔ مَیں ریلوے گارڈ روم میں ملازم تھا جس کی وجہ سے مَیں گوشت، سبزی، دال روٹی وغیرہ خریدنے کے لئے روزانہ لالہ موسیٰ سے جہلم جایا کرتا تھا اور قرآن شریف کا ترجمہ اور صرف نحو ان سے پڑھا کرتا تھا۔ ہر روز سبق لے کر واپس آتا اور گاڑی میں ہی سبق یاد کرلیا کرتا تھا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ سے دریافت کی کہ مجھے بھی کچھ بتلائیں۔ آپ نے فرمایا: میاں کسی زمیندار کو کہہ دیں کہ یہ روپیہ کھرا ہے تو وہ اپنے پلّے باندھ لیتا ہے۔ میرے جیسے کو دیں تو وہ پرے جا کر پتھر پر مار کر دیکھتا ہے۔ تم خود جا کر دیکھو پھر ایمان لانا۔ پھر میں ان سے رخصت لے کر قادیان پہنچا تو مولوی برہان الدین صاحب بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔ تاریخ یاد نہیں۔ مگر یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کے پورا ہونے میں دو دن باقی تھے۔ مولوی حکیم فضل دین صاحب نے عرض کیا کہ حضور مہرالدین کی بیعت لے لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ابھی نہیں۔ حکیم صاحب نے اصرار کیا کہ حضور پھر مصروف ہوجائیں گے۔ ابھی بیعت لے لیں۔ مولوی برہان الدین صاحب نے کہا: حضور علیہ السلام جس طرح فرماتے ہیں ایسا ہی کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس دفعہ مَیں بغیر بیعت کرنے کے واپس چلا گیا اور چار پانچ ماہ کے بعد اگست 1895ء میں دوبارہ آکر بیعت کی۔ اس کے بعد عید قادیان آکر پڑھا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ اپنے گاؤں کے لوگوں کو دعوت طعام دوں اور ساتھ ہی روحانی دعوت بھی دوں اور لوگوں کو میرے دعویٰ کے متعلق سمجھانے کے لئے حضرت مولوی برہان الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب امروہوی کو مقرر کیا جاوے۔ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ میں نے عرض کی کہ حضور نے عید کے خطبہ کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر کیا تھا تو علمی رنگ میں خطبہ پڑھا تھا۔ جس سے عوام الناس کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے اس لئے اس مرتبہ آپ مولوی برہان الدین صاحب کو عام لوگوں کے سمجھانے کے لئے مقرر فرمائیں۔ کیونکہ وہ پنجابی میں تقریر کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا، ایسا ہی کیا جاوے گا۔ چنانچہ مولوی برہان الدین صاحب نے تقریر کی اور بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔''

مخالفین کا لاجواب ہونا

☆ ایک روز مولوی برہان الدین صاحب جہلم میں ایک کتب فروش کی دکان پر کھڑے تھے اور ایک غیر احمدی حافظ سے آپ نے السلام علیکم کی۔ حافظ صاحب نے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے ساتھ ہوگئے ہیں اور وہ قرآن کے خلاف ہیں۔ اس لئے ہم آپ کا سلام قبول نہیں کرتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کونسی آیت کے خلاف حضرت مرزا صاحب کا عمل ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ آیت لاتسبّو الذین یدعون من دون اللّٰہ ... الخ کے خلاف مرزا صاحب نے اس طرح کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کے معبودوں کو گالیں دے کر سچے معبود کو گالیں نکلوائی ہیں۔ اور آپ ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ہم سلام آپ سے نہیں کرسکتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا: حافظ صاحب کوئی ایسی آیت نکالو جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ غیراللہ کی عبادت کرنے والوں کو برا نہ کہو۔ حافظ صاحب لاجواب ہوگئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیراللہ کی عبادت کرنے والوں کو کافر مشرک جہنمی وغیرہ کہا ہے۔

☆ ایک دفعہ گجرات کا ایک مولوی محمد تھا۔ وہ گجرات میں امام مسجد تھا۔ انہوں نے ایک شخص میاں چراغ دین کو کہا کہ مَیں قرآن سے ثابت کروں گا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ اس نے مولوی برہان الدین صاحب کو لکھا کہ آپ گجرات تشریف لائیں۔ مولوی صاحب راستہ میں میرے پاس لالہ موسیٰ میں ٹھہرے۔ مَیں نے سفر کے متعلق پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ مولوی محمد گجراتی کہتے ہیں کہ وہ قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ثابت کرسکتے ہیں۔ واپسی پر پھر لالہ موسیٰ میں ٹھہرے۔ میں نے پوچھا گجرات میں کیا فیصلہ ہوا۔ آپ نے فرمایا مَیں نے رقعہ بھیج دیا تھا کہ وقت مقرر کرکے مولوی صاحب ثبوت پیش کریں۔ میاں چراغ دین صاحب رقعہ لے کر گئے تو مولوی محمد نے کہا کہ مولوی برہان الدینؓ کا علم میرے برابر نہیں ہے اس لئے میں مباحثہ نہیں کرسکتا۔ میں نے ان کو لکھ کر بھیجا کہ مقابل پر کمزور پہلوان ہو تو تمہاری فتح آسان ہوگی، تمہیں اس مقابلہ سے کیوں گریز ہے اور اس علم کا نام لو جو تم نے پڑھا ہے وہ میں نے نہیں پڑھا۔ جب یہ رقعہ مولوی صاحب کے پاس پہنچا تو پھر اس نے یہ عذر پیش کیا کہ وہ میرے استاد ہیں۔ اس لئے میں ادب کی وجہ سے ان سے بحث نہیں کرسکتا اس پر لوگوں نے ان کو امامت سے الگ کرکے مسجد سے نکال دیا۔

☆ ایک آدمی نے لاہور سے اشتہار دیا (اس کا نام یاد نہیں) کہ مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ اور مولوی برہان الدین صاحبؓ دونوں میرے مقابل پر آئیں تو میں قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ثابت کردوں۔ وہ اشتہار میری نظر سے گزرا تو میں نے جہلم جاکر مولوی صاحب سے عرض کیا کہ اس قسم کا اشتہار لاہور سے شائع ہوا ہے۔ آپ کو لاہور سے ایک خط ملا جو کسی احمدی کی طرف سے تھا کہ آپ لاہور آکر اس مولوی سے مناظرہ کریں۔ مگر سفر خرچ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: مجھے خط تو ملا ہے لیکن کرایہ ساتھ نہیں پہنچا۔ میں نے اپنے پاس سے آپ کو کرایہ آمدورفت ادا کردیا جس پر آپؓ لاہور تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے واپس ہوئے میں نے دریافت کیا کہ اس مناظرے کا کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں وہاں گیا تو ایک آدمی کو میں نے ایک رقعہ لکھ کر دیا کہ میں بحث کے لئے حاضر ہوں۔ آپ وقت مقرر کریں۔ مگر ساتھ ہی اس آدمی کو یہ کہا کہ پہلے میرے رقعہ کا ذکر نہ کریں بلکہ مولوی صاحب کو کہنا کہ اگر دونوں احمدی مولویوں سے کوئی آجاتا تو آپ مباحثہ کرلیتے۔ کوئی لڑائی تو تھی نہیں۔ جب وہ کہہ دے کہ ہاں ہم ایک سے ہی گفتگو کرلیتے، اس پر میرا رقعہ دیدینا۔ جب وہ تبادلہ خیال پر آمادہ ہوا تو وہ رقعہ ان کو دیا گیا۔ جس پر فوراً مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ مجھے ایک ماتم پرسی کے لئے ضروری وزیرآباد جانا ہے، وہاں سے واپسی پر میں مناظرہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ اتنے روز سے تم بحث پر زور دے رہے تھے۔ مرنے والا کبھی سے وزیرآباد میں مرگیا ہوگا۔ اب اگر آپ بحث کے بعد جاویں تو کیا نقصان ہے۔ مگر وہ انکار پر مُصر رہا اور سامنے نہ آیا۔

ایک دلچسپ بحث۔ صداقت کی شہادتیں

میں ایک روز حسب معمول جہلم سبق کے لئے مولوی صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ڈپٹی راجہ جہاں داد خاں کی کوٹھی پر گئے ہوئے ہیں۔ میں ...... ڈپٹی صاحب کی کوٹھی پر پہنچا۔ دروازے پر ان کا نوکر کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اندر جو لال داڑھی والا انسان (مولوی برہان الدین صاحب) بیٹھا ہے، اس کو جاکر کہہ دو مہرالدین لالہ موسیٰ والا السلام علیکم عرض کرتا ہے۔ جواب میں آپ نے پیغام بھیجا کہ اس کو اندر آنے دو۔ میں نے وہاں پہنچ کر السلام علیکم کہا۔ راجہ جہاں داد خاں نے کہا کہ یہ بھی احمدی ہے؟ میں نے کہا ہاں ...... مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا گاڑی میں کچھ وقت ہے۔ میں نے عرض کی پندرہ منٹ ہیں۔ راجہ صاحب نے کہا کہ آج تم نہ جاؤ۔ یہاں ہی رہ جاؤ۔ میں نے کہا: وجود وقف کردیا ہوا ہے اس لئے میں رہ نہیں سکتا۔ اس جگہ پر ایک سید صاحب بھی تھے جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق مولوی صاحب سے مناظرہ کررہے تھے اور راجہ پینڈے خاں صاحب دارا پوری بھی موجود تھے۔ سید صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ مرزا صاحب کے فریب میں آگئے ہیں ...... مولوی صاحب نے کہا کہ جب مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کتاب لکھی، میں نے اس کتاب کو پڑھا تو میں نے خیال کیا کہ یہ شخص آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس لئے میں اس کو دیکھ آؤں۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آپ ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے کہا بار بار آنا مشکل ہے اس لئے ہوشیار پور جاکر دیکھ آؤں۔ میں ہوشیار پور پہنچا۔ پوچھ کر آپ کے مکان پر پہنچا اور دستک دی۔ خادم آیا اور پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا: برہان الدین جہلم سے حضرت مرزا صاحب کو ملنے آیا ہے۔ اس نے کہا ٹھہرو میں اجازت لے لوں۔ جب وہ پوچھنے کے لئے گیا تو مجھے اس وقت فارسی میں الہام ہوا کہ "جہاں تم نے پہنچنا تھا پہنچ گیا ہے۔ اب یہاں سے نہیں ہٹنا"۔ خادم کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی مجھے فرصت نہیں۔ ان کو کہہ دیں پھر آئیں۔ خادم نے جب مجھے بتلایا تو میں نے کہا: میں یہاں ہی بیٹھتا ہوں، جب فرصت ملے گی تب ہی سہی۔ جب خادم یہ کہنے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب کو عربی میں الہام ہوا کہ مہمان آوے تو مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ جس پر حضرت صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ جلدی سے دروازہ کھول دو۔ میں جب حاضر ہوا تو حضور بہت خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور فرمایا کہ ابھی مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے فارسی میں یہ الہام ہوا ہے کہ اس جگہ سے جانا نہیں۔ میں چند دن حضرت کے پاس رہا۔ اور حضرت کے حالات دیکھے کہ تین وقت تک آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ اور نماز کے وقت جلدی سے باہر تشریف لاتے ...... اور نماز ہمارے ساتھ ادا کرکے اندر تشریف لے جاتے۔ وہاں مرزا اعظم بیگ ہوشیارپوری مہتمم بندوبست تھا۔ وہ میرا واقف تھا۔ میں ان سے ملنے گیا۔ اس نے پوچھا۔ مولوی صاحب آپ کیسے آئے۔ تو میں نے کہا حضرت صاحب کو دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا کون سے مرزا صاحب۔ میں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس نے کہا کہ آدمی تو بہت اچھا تھا۔ لیکن خراب ہوگیا۔ میں نے کہا کس طرح۔ اس نے کہا کہ بچپن کی حالت میں یہ لڑکوں سے کھیلا نہیں کرتا تھا۔ اس کا والد اس پر ناراض ہی رہتا تھا کہ تم باہر نہیں نکلتے۔ میں نے کہا الحمدللہ۔ اس نے کہا الحمدللہ کا کون سا موقعہ ہے۔ میں نے کہا کہ جس زمانہ کا میں واقف نہیں تھا، اس کے متعلق تم نے شہادت دیدی کہ آپ بچپن میں ہی نیک تھے اور موجودہ حالت میں نے خود دیکھ لی ہے ......"

(غیر مطبوعہ روایات از رجسٹر روایات نمبر3)

ضروری اعلانات

☆ مرکز کو مجالس کی طرف سے ماہانہ کارگزاری رپورٹس بھجوانے کے لئے ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے جبکہ ریجنل رپورٹس بھجوانے کی آخری تاریخ پندرہ ہے۔ تمام زعماء اعلیٰ اور ریجنل ناظمین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اور اپنی مجالس کی ماہانہ رپورٹس بروقت مرکز میں بھجوانے کو یقینی بنائیں۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والی رپورٹس علم انعامی کے مقابلہ کے لئے معیاری شمار نہیں ہونگی۔

(ایڈیشنل قائد عمومی انصار اللہ یوکے)

☆ مجلس انصاراللہ کے موجودہ مالی سال کے آٹھ ماہ گزر چکے ہیں۔ تمام انصار سے گزارش ہے کہ وہ اپنے چندہ جات مجلس، سالانہ اجتماع اور اسی طرح "انصارالدین" کی ادائیگی کا جائزہ لیں۔

(قائد مال انصار اللہ یوکے)

زرتشت نبی اور زرتشتی مذہب

(ڈاکٹر شمیم احمد)

مختلف زمانوں اور مختلف اقوام میں بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لئے خداتعالیٰ انبیاء مبعوث فرماتا رہا ہے تا کہ ان کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی جاسکے۔ مختلف مذاہب کی تاریخ بالخصوص قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ نے ہر قوم میں مامور مبعوث فرمائے ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر آیت25)

یعنی کوئی ایسی قوم نہیں جس میں خدا کی طرف سے کوئی ہوشیار کرنے والا نہ بھجوایا گیا ہو۔ بہت سے انبیاء اور مذاہب کی تاریخ محفوظ نہیں کیونکہ وہ محدود وقت کے لئے تھے اور ان کی تعلیم بھی محدود تھی اس لئے ان کی تاریخ اور تعلیم کو محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی کوئی ایسا وعدہ ان سے کیا گیا تھا۔ قرآنِ کریم کا تمام گذشتہ مذاہب پر یہ ایک احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ان کا ذکر مختلف انداز میں محفوظ رکھا اور آئندہ آنے والی قوموں میں ان کی سچائی کی نہ صرف گواہی دی بلکہ یہ بھی فرمایا لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرۃ:286) یعنی مومن خدا کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ قرآنِ کریم کا یہ ایک خصوصی امتیاز ہے جس میں کسی مذہب کی مقدس کتاب اس کی شریک نہیں۔

مذاہب کی تاریخ اور ان کی ابتدائی تعلیم کے مطالعہ سے ایک اور حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ سب مذاہب بعض امور قدرِ مشترک رکھتے ہیں یعنی سب مذاہب کی ابتدائی تعلیم خداتعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی پرستش پر مبنی ہے خواہ وہ خداتعالیٰ کو کسی بھی نام سے یاد کرتے ہوں۔ جیسے جیسے مذاہب اپنے سفر کے دوران اپنے منبع سے دور ہٹتے چلے گئے تو ان کی تعلیم بگڑتی چلی گئی اور خداتعالیٰ کی وحدانیت کا تصور بھی بدلتا چلا گیا۔ کچھ نے غیر خداؤں کو خداتعالیٰ کا شریک مقرر کرلیا اور بعض نے اپنے مقدس انبیاء کو خدائی صفات کا حامل قرار دیدیا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا: ''کوئی قوم اور امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء میں ان تمام مذاہب کی بنیاد حق اور راستی پر تھی مگر مرورِ زمانہ سے ان میں طرح طرح کی غلطیاں داخل ہوگئیں یہاں تک کہ اصل حقیقت انہیں غلطیوں کے نیچے چھپ گئی۔''

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود جلد سوم صفحہ571)

باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے ہیں مگر اکثر مسلمان اس بات کو ماننے سے اجتناب کرتے ہیں کہ ہندوؤں میں یا ایرانیوں یا یونانیوں میں انبیاء بھجوائے گئے اور کرشن، زرتشت، گوتم بدھ یا سقراط خداتعالیٰ کے فرستادہ لوگ تھے جو اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے۔ جماعتِ احمدیہ کی یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے مندرجہ بالا ارشاد کو تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا یقین رکھتی ہے کہ یہ خداتعالیٰ کے چنیدہ لوگ تھے اور ان کی طرح اور بھی بہت سی قوموں میں ایسے مامور مبعوث فرمائے گئے جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت زرتشت کو گذشتہ انبیاء میں شامل سمجھا ہے جیسا کہ آپ ان کے متعلق فرماتے ہیں: ''خداتعالیٰ کے کل رسولوں پر ہمارا ایمان ہے...... اتنے کروڑ مخلوقات پیدا ہوتی رہی اور کروڑ ہا لوگ مختلف ممالک میں آباد رہے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خداتعالیٰ نے ان کو یونہی چھوڑ دیا ہو اور کسی نبی کے ذریعہ ان پر اتمامِ حجت نہ کی ہو۔ آخر ان میں رسول آتے ہی رہے ہیں ممکن ہے کہ یہ بھی انہیں میں سے ایک رسول ہوں۔ (الحکم جلد11 صفحہ5)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی انہیں راستباز نبی قرار دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف کے ایک باب میں نہ صرف انہیں نبی قرار دیا ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کی وحدانیت پر قوی ایمان رکھتے تھے اور ممکن نہیں کہ وہ کسی کو خداتعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہوں۔ ذیل میں حضرت زرتشت علیہ السلام کے حالات اور ان کے مذہب کی موجودہ حالت کی بعض تفصیلات پیش ہیں:

زرتشت نبی کے حالات

زرتشت نبی کے حالات اور ابتدائی زرتشتی مذہب کے بارہ میں بہت کم معلومات محفوظ ہیں اور جو کچھ معلوم ہے اس کا بیشتر حصہ یونانی اور رومن فلاسفروں اور تاریخ دانوں کی بدولت محفوظ رہ سکا ہے۔ ہیروڈوٹس کی کتاب ''تواریخ'' جو کہ 440 قبل مسیح لکھی گئی تھی اُس میں ایران کے اس مذہب کا تذکرہ ملتا ہے۔ زرتشتی مذہب کے حالات محفوظ نہ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی تاریخ کے لمبے دور میں کئی بار ایران پر غیر قوموں کے حملے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ان کی تاریخ کا بہت سا مواد ضائع ہوتا رہا ہے۔ 330 قبل مسیح میں سکندرِ اعظم کے حملہ میں شاہی کتب خانہ کو جلا دیا گیا تھا جس سے بے شمار تاریخی مواد تلف ہو کر رہ گیا۔

جس قوم میں زرتشت پیدا ہوئے وہ آریہ قوم کا حصہ تھی جو تقریباً 2000 سال قبل مسیح موجودہ ایران، عراق اور ہندوستان میں آباد تھے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب وید اور ایرانیوں کی زبان میں بہت سے الفاظ ملتے جلتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن علاقوں میں بسنے والوں کا ماضی میں آپس میں بہت قریبی تعلق رہا ہے۔ جس دور میں زرتشت نبی پیدا ہوئے اس دور میں ایران میں بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی اور لوگ ان سے خوفزدہ رہا کرتے تھے۔ پجاری اور دیگر مذہبی لوگ عوام الناس کو مختلف طریق سے دیوتاؤں کے غیض وغضب ڈرا کر اپنے مقاصد

حاصل کرلیا کرتے تھے۔زرتشت نے انہیں بتلایا کہ خدا ایک ہے اور وہ مخلوق کا والی ہے اور انہیں اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ وہی ایک ذات ہے جو پرستش کے لائق ہے۔

زرتشت کے زمانہ کے متعلق حتماً معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کس سن میں پیدا ہوئے مگر زرتشتیوں کے نزدیک وہ 660 قبل مسیح ایران کے شہر "رے" میں پیدا ہوئے جو کہ ایران کے شمال مشرق میں واقع ہے اور موجودہ ایران عراق میں شامل ہے۔جدید محققین کا خیال ہے کہ وہ 1000-1500 قبل مسیح یعنی آج سے تقریباً 3500 سال قبل پیدا ہوئے تھے۔اُن کے والد کا نام پوروشپا (Pourushpa) تھا جو ایک معزز سپتمان (Spitman) خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔اُن کی والدہ کا نام دغدووا (Dughdova) تھا۔زرتشت کی پیدائش کا واقعہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ملتا جلتا ہے کہ وہ ایک پندرہ سالہ کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوئے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے نور سے حاملہ ہوئی۔زرتشت کی پیدائش کے ساتھ کئی حیرت انگیز باتیں وابستہ ہیں۔کہا جاتا ہے کہ حمل کے دوران بعض دیوتاؤں نے انہیں شدید درد میں مبتلا کر دیا مگر خدا نے انہیں بعض ہدایات دیں جن پر عمل کرنے سے وہ بالکل ٹھیک ہوگئیں۔اُن کا خاندان ایک جنگجو قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جس کے ایران کے شاہی خاندان کے ساتھ تعلقات تھے۔

پندرہ سال کی عمر میں زرتشت کو کستی (Kusti) جو کہ ایک قسم کی بیلٹ ہے پہنائی گئی جس کا مطلب ہے کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ گئے ہیں۔پندرہ تا تیس سال کی عمر تک کے حالات معلوم نہیں مگر یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک لمبا عرصہ تنہائی میں عبادت کرتے ہوئے گذارا۔تیس سال کی عمر میں جبکہ وہ ایک دریا کے کنارے عبادت میں مصروف تھے ان کے سامنے ایک فرشتہ جس کا نام واہو مانا (Wohu Mana) تھا، ظاہر ہوا، جس کا قد عام انسان سے نو گنا زیادہ تھا۔اُس فرشتے نے انہیں بتلایا کہ خدا ایک ہے،جس کا نام آہورمزدا (Ahura Mazda) ہے اور خدا نے اسے نبوت کے مقام پر فائز کیا ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس فرشتے نے زرتشت کو کہا کہ اپنے فانی جسم کو چھوڑ کر خدا کے پاس حاضر ہو۔وہاں اسے مذہب کی تعلیم دی گئی جس کے بعد وہ اپنے جسم میں واپس آگئے۔وہی فرشتہ اگلے کئی سال ظاہر ہو کر انہیں مذہب کی تعلیم سے سرفراز کرتا رہا۔جس کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ خدا ایک ہے اور اس کی عبادت کرو، برے کاموں سے بچو اور اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرو۔

دس سال تک زرتشت اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے مگر انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی اور سوائے ان کے چچازاد بھائی کے کوئی ان کا ہمنوا نہ بن سکا۔ان کا ہنسی مذاق اڑایا گیا اور مختلف قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔اس عرصہ میں انہوں نے بادشاہ وشتاپسا (Vishtapsa) تک بھی اپنا پیغام پہنچایا مگر اُس نے غرور اور تکبر سے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔باشاہ نے زرتشت کے مقابلہ پر اپنے درباریوں اور پنڈتوں کو اکٹھا کرلیا اور ان کے سامنے تینتیس سوال رکھے۔معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت نے ان سب کو لاجواب کر دیا۔باشاہ کے درباریوں اور پنڈتوں نے سازش کر کے زرتشت پر جادوگری کا الزام عائد کر دیا اور ان کے کمرے سے جادوگری کے آلات برآمد کر کے انہیں قید میں بھجوا دیا۔کہا جاتا ہے کہ قید کے دوران بادشاہ کا چہیتا گھوڑا بیمار پڑ گیا اور کسی علاج سے اسے فائدہ نہ ہوا مگر زرتشت کے علاج سے وہ تندرست ہو گیا۔اس واقعہ کے بعد بادشاہ ان پر ایمان لے آیا اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں نے ان کی تعلیم کو قبول کرنا شروع کر دیا اور زرتشتی مذہب پھیلنا شروع ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ زرتشت نے تین شادیاں کیں اور ان کے ہاں چھ بچے پیدا ہوئے۔اگلے بیس سالوں میں زرتشت نے سارے ملک میں اپنے مذہب کو پھیلایا۔جب زرتشت نے توران میں تبلیغ شروع کی تو ان کی سخت مخالفت ہوئی اور اس عرصہ میں انہیں تورانیوں کے ساتھ دو جنگوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔آخری جنگ کے دوران ایک دن جبکہ زرتشت آگ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے تو ایک تورانی سپاہی نے موقعہ پا کر انہیں خنجر کے وار سے شدید زخمی کر کے شہید کر دیا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زرتشت نے بھی اسے اپنی تلوار کے وار سے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔اس وقت زرتشت کی عمر 77 سال تھی۔

زرتشت کے وصال کے بعد ان کے ملک میں جتنے بھی بادشاہ آتے رہے وہ سختی سے ان کے مذہب پر قائم رہے۔حکامانیشیا باشاہوں نے 330 قبل مسیح تک حکومت کی۔زرتشتیوں کا سب سے اچھا دور ساسانیوں کا دور تھا جو 211ء سے لے کر 641ء تک رہا۔اس دور میں ان کی کتب کو دوبارہ تدوین کیا گیا۔ساتویں صدی عیسوی میں مسلمان ایران پر غالب آگئے اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے قدسیہ کی جنگ میں ساسانیوں کے دارالحکومت پر قبضہ کرلیا تو ایران آہستہ آہستہ اسلام قبول کرتا چلا گیا۔دسویں صدی عیسوی میں بعض زرتشتی ہندوستان کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں جا کر پارسی کہلائے۔پارسیوں نے ہندوستان جا کر ہندو رسم و رواج کو کافی حد تک اپنا لیا اور آج بھی ان کے رسم و رواج ہندوؤں سے ملتے جلتے ہیں۔

زرتشت کا خدا تعالیٰ کے بارہ میں تصور

قدیم ہندوستان اور ایران میں زرتشتی مذہب پہلا مذہب ہے جس نے شرک اور بت پرستی کے گہوارے میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کی تلقین کی۔زرتشتی مذہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام سے ملتا جلتا ہے کیونکہ ان چاروں مذاہب میں خدا کی وحدانیت، انبیاء، فرشتوں، شیطان، حیات بعد الموت اور جنت دوزخ کا تصور پایا جاتا ہے۔اکثر محققین نے یہ لکھا ہے کہ زرتشتی مذہب بعد میں آنے والے مذاہب پر بہت اثر انداز ہوا ہے اور زرتشتیوں سے ہی دوسروں نے خدائے واحد کا تصور لیا ہے۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ ان سب مذاہب کا منبع درحقیقت ایک ہی ہے یعنی خدا تعالیٰ، جس نے وقتاً فوقتاً بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے رسول بھجوائے جن سب کا مرکزی نقطہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم کرنا تھا۔

زرتشت کے مطابق خدا کا نام آہورمزدا ہے جس کا مطلب ہے "سب سے زیادہ عقل مند آقا"۔اسی خدا نے دنیا کی ہر چیز تخلیق کی اور وہ ہر اچھائی کا منبع ہے اور ہر خیر اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔خدا تعالیٰ علیم و بصیر، ازلی و ابدی اور ہر جگہ موجود

ہے۔ زرتشتی مذہب میں فرشتوں کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور ان کے نزدیک فرشتے تعداد میں بے شمار ہیں اور ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے اس کے اعمال کا ریکارڈ مرتب کرتے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے مقابل پر شیطان کی قوت محدود اور غیر ازلی ہے۔ خدا تعالیٰ نے شیطان کو آزمانے اور اسے تباہ کرنے کے لئے مادی دنیا کو بنایا کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ شیطان دنیا میں بدامنی، جہالت اور جھوٹ پھیلائے گا۔ خدا تعالیٰ کی تخلیق میں انسان اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتا ہے اور اسے اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو شیطان کے خلاف اپنی عقل اور خوبیوں سے سچائی اور ہمت سے جنگ کرے۔ خدا کے مقابل پر شیطانی قوت کا نام انگرامانیو رکھا گیا ہے۔ بعض محققین کے نزدیک زرتشت دو خداؤں کا قائل تھا مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ زرتشت کی غزلات میں خدائے واحد کا تصور پایا جاتا ہے۔ دراصل زرتشت نبی کے بعد اس کے بعض پیروکاروں نے جنہیں ''زروانی'' کہا جاتا ہے اور جنہیں زرتشتی راندہ مذہب قرار دیتے ہیں، شیطان کی قوت پر بہت زور دیا گویا وہ خدا کے مقابل پر ایک ہمیشہ قائم رہنے والی ہستی ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ غلط تاثر ملتا ہے کہ زرتشتی مذہب دو خداؤں کا قائل ہے۔

زرتشت کی تعلیم

زرتشت کے نزدیک انسان پیدائشی طور پر معصوم ہے اور اس پر منحصر ہے کہ وہ نیکی کی طرف مائل ہو جائے اور اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے یا برائیوں کی طرف مائل ہو کر اپنی آخرت کو تباہ کر لے۔ زرتشت کے مطابق جو بوؤ گے وہی کاٹو گے والی بات ہے۔ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی عاقبت سنوار لے یا برباد کر لے۔ زرتشت کی تعلیم اعلیٰ خیالات، اخلاقیات اور پسندیدہ اعمال پر مبنی ہے۔ ان کی تعلیم کے مطابق انسان کو اپنی زندگی سچائی، عفت، انصاف، رواداری، خیرات، دوسروں کی ہمدردی اور ماحولیات کی حفاظت میں گذارنی چاہئے۔ جب انسان کے خیالات اعلیٰ ہوں گے تو وہ اچھی باتیں کرے گا اور پھر اسے اچھے کاموں کی توفیق ملے گی۔ زرتشت کی تعلیم میں اخلاقی اقدار پر بہت زور دیا گیا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل باتیں شامل ہیں کہ سب انسان بلالحاظ مذہب، قومیت اور رنگ و نسل کے برابر ہیں اور سب قابلِ احترام ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہئے حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ سچائی کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ زرتشت نے خدا سے پوچھا کہ کونسا عمل انسانوں کے لئے سب سے اچھا ہے تو کہا گیا: ''سچائی سب سے اہم ہے کیونکہ اس کے ساتھ دنیا و آخرت کی بھلائی وابستہ ہے''۔

اسی طرح اپنے خاندان، شہر اور ملک کے ساتھ وفاداری کی تلقین کی گئی ہے اور رہبانیت کی اجازت نہیں دی گئی۔ اسی طرح حمل ضائع کرنے کو بھی گناہ قرار دیا گیا ہے۔ یاسیت اور مایوسی کو گناہوں میں شمار کیا گیا ہے جو مزید برائیوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ علم حاصل کرنے کی بہت تلقین کی گئی ہے ''تمہارے خدا کی تلقین ہے کہ مجھے جانو کیونکہ خدا جانتا ہے اگر لوگ مجھے پہچان لیں تو وہ میرے ہیں''۔ غریبوں کی مالی امداد پر بھی بہت زور دیا گیا ہے اور ان کے لئے اجر کی تعلیم موجود ہے۔ اسی طرح ماحولیات کی حفاظت کے بارہ میں بھی تعلیم ملتی ہے یعنی ہوا اور پانی کو خراب ہونے سے بچاؤ۔ زرتشتیوں کے اکثر مذہبی تہوار موسموں کے ساتھ منسلک ہیں۔

زرتشتیوں کی عبادات

زرتشتیوں کی عبادات کا ایک بڑا حصہ دعاؤں پر مبنی ہے کہ خدا انہیں سچائی اور راستی کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق دے۔ ان کے معبد خانوں میں صندل کی لکڑی آگ میں جلائی جاتی ہے اور آگ کو بجھنے نہیں دیا جاتا۔ بعض زرتشتیوں کے نزدیک ان کی آگ کسی نہ کسی مقام پر گذشتہ دو تین ہزار سال سے روشن ہے۔ اکثر عبادات آگ یا روشنی کی کسی دوسری قسم کے سامنے کی جاتی ہیں مثلاً سورج کی طرف منہ کر کے یا مصنوعی روشنی کی موجودگی میں۔ ان کے نزدیک پوجا آگ کی نہیں کی جاتی بلکہ آگ خدا تعالیٰ کی بعض صفات مثلاً نور، حرارت اور توانائی کی مظہر ہونے کی وجہ سے موجود ہوتی ہے۔ گاتھا کے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ جب زرتشت نے غزلات میں خدا اور آگ کا ذکر کیا تو اُس سے مراد خدا تعالیٰ کا نور اور اس سے حاصل کردہ روحانی حرارت کا ذکر تھا اور آگ کو ایک استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا تھا۔ عبادت کے دوران ''خورد اوستا'' سے روزانہ دعائیں پڑھی جاتی ہیں جو اکثر اوستا کی زبان میں ہیں۔

حیات بعد الموت

وفات کے بعد زرتشتی مذہب کے مطابق مردہ کو دفن نہیں کیا جاتا تاکہ اس کی وجہ سے زمین، پانی یا آگ خراب نہ ہوں کیونکہ ان کے نزدیک یہ سچائی کا نشان ہیں اس لئے انہیں خراب نہیں ہونے دینا چاہئے۔ لاش کو وہ ایک بلند مینار کے اوپر رکھ دیتے ہیں جہاں سے اسے گدھ وغیرہ کھا لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک موت کے بعد روح جسم کے ساتھ تین دن تک رہتی ہے۔ چوتھے دن روح ایک ایسے مقام پر لے جائی جاتی ہے جہاں اس بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اُس کا انجام کیا ہوگا۔ اگر وہ نیک پایا گیا تو اسے روشنی اور خوشی والے گھر میں جگہ ملے گی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوگا تو پھر اسے سزا ملے گی۔ سزاوالے لوگ دائمی سزا نہیں پائیں گے کیونکہ زرتشتی مذہب میں دائمی سزا کا تصور نہیں ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد مناسب اصلاح کے ساتھ عذاب سے نکالے جائیں گے۔ اس دور میں سے گذرنے کے بعد ایک بار پھر جسموں کو زندہ کیا جائے گا اور ان میں روح ڈالی جائے گی۔ اُس کے بعد وقت کی حیثیت ختم ہو جائے گی اور انسان دائمی خوشی کے ساتھ رہیں گے۔ زرتشتی مذہب میں دوسرے جنم کا کوئی تصور نہیں ہے جیسا کہ ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔

تقریبات

زرتشتی مذہب کو خوشیوں اور تقریبات کا مذہب کہا جاتا ہے۔ ان کی پہلی تقریب کو ''نوجوت'' کہا جاتا ہے جس میں بچوں کو سات اور بارہ سال کی عمر کے درمیان ایک خاص قسم کی قمیص پہنائی جاتی ہے جسے ''سدرے'' کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ انہیں ایک بٹی ہوئی رسی بھی دی جاتی ہے تاکہ اسے کمر کے گرد باندھ لیں۔ اس بٹی ہوئی رسی کو ''کستی'' کہتے ہیں۔ اس طرح گویا بچہ ان کے مذہب پر قائم ہو گیا

ہے۔شادی کی تقریبات میں شادی شدہ عورتیں دولہا اور دلہن کے سر پر دوپٹوں کا سایہ کرتی ہیں اور مذہبی رہنما اوستا میں سے دعائیں پڑھتے رہتے ہیں۔تقریب کے دوران اُن دونوں کے دوپٹوں کو سوئی دھاگے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے جس سے یہ شگون لیا جاتا ہے کہ یہ دونوں اب ایک رشتہ میں منسلک رہیں گے۔عام طور پر دولہا اور دلہن سفید لباس پہنتے ہیں کیونکہ سفید رنگ ان کے مذہب میں پاکیزگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

زرتشتیوں کے نئے سال کا آغاز موسمِ بہار کے پہلے دن یعنی 21 مارچ کو ہوتا ہے اور اسے جشنِ نوروز کہا جاتا ہے۔آج بھی اسلامی ایران میں اسی دن نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔''جشن نوروز کبیر'' حضرت زرتشت کی پیدائش کا دن ہے جو نئے سال کے آغاز کے چھ دن بعد منایا جاتا ہے۔یہ تاریخ بھی حضرت عیسیٰ کے معروف یوم ولادت (25 دسمبر) کی طرح درست نہیں ہے۔زرتشتیوں کے نزدیک یہ سب سے اہم تقریب ہے۔اُس روز وہ اپنے معابد میں خصوصی طور عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ان عبادات کے دوران روشنی کا وجود لازمی ہے کیونکہ ان کے نزدیک خدا نور ہے اس لئے عبادت کے وقت روشنی کا ہونا لازمی ہے۔

مذہبی کتب

زرتشتی مذہب کی مقدس کتب کا مجموعی نام ''اوستا'' ہے۔جس کا مطلب ہے ''علم''۔بعض یوروپی محققین نے اسے ''ژند اوستا'' بھی لکھا ہے مگر یہ ایک غلط العام نام ہے۔شروع میں یہ تعلیم زبانی سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہی اور بہت بعد میں اسے تحریری صورت میں پیش کیا گیا۔زرتشتی مذہب کی کتب کی دو اقسام ہیں۔پہلی یا ابتدائی کتب جو بہت قدیم ہیں اور غالباً 330-648 قبل مسیح میں لکھی گئیں تھیں۔ان میں سب سے زیادہ قدیم کتاب ''گاتھا'' زبان میں لکھی گئی تھی۔اوستا مختلف ادوار میں لکھی گئی۔شاہ پور ثانی (379-309 عیسوی) کے دور میں دوبارہ جمع شدہ مواد کی تدوین کی گئی۔بعد میں اس کے بہت سے حصے ضائع ہوگئے۔اِس دور میں جو سب سے قدیم نسخہ ملتا ہے وہ 1288ء میں تدوین ہوا تھا۔اوستا عام طور پر پانچ حصوں پر منقسم ہے جن میں عبادات،غزلات،برائیوں کے خلاف قانون،عبادات کے طریق اور دعائیں ہیں۔غزلات جنہیں گاتھا بھی کہا جاتا ہے زرتشت کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے جس میں سترہ نظمیں شامل ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خود زرتشت نبی نے لکھی تھیں اور آج تک محفوظ چلی آتی ہیں۔گاتھا ابھی تک بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔گاتھا میں زرتشت نے بتلایا ہے کہ خدا ایک ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ ازلی تعلق رکھتا ہے اور اپنی صفات کے ذریعہ دنیا میں اپنا اثر دکھاتا ہے۔اس منظوم کلام میں خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت کا اظہار پایا جاتا ہے اور اس کی حمد کے گیت درج ہیں۔گاتھا کب لکھی گئی اس کے متعلق جاننا بہت مشکل ہے۔

بعد کی کتب میں سات اہم کتب پائی جاتی ہیں۔ان کتب کو مقدس کتب میں شامل نہیں کیا جاتا مگر بعد میں آنے والوں کی ان کتب نے زرتشتی مذہب پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ان میں سے بعض پہلوی اور بعض فارسی زبان میں لکھی گئی ہیں۔اس کے علاوہ ایک کتاب ''خورد اوستا'' بھی ہے یعنی چھوٹی اوستا جو روزمرہ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔یہ آج بھی دستیاب ہے۔اوستا کی تفاسیر کا نام 'ژند' ہے جسے مجموعی طور پر ژند اوستا بھی کہا جاتا ہے۔ژند تراجم اور تفاسیر پر مبنی ہے اور اسے عوام کے استفادہ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

تعداد

اس وقت زرتشتی مذہب کے پیروکار کی دنیا میں کل تعداد کا اندازہ تین لاکھ لگایا جاتا ہے۔اکثر ایران اور ہندوستان میں آباد ہیں۔امریکہ میں تقریباً پانچ ہزار کی تعداد میں رہتے ہیں۔اس کے علاوہ روس،انگلستان،آسٹریلیا اور کینیڈا میں بھی آباد ہیں۔1951ء کے سروے کے مطابق ان کی تعداد میں کمی آرہی ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ غیر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اندر داخل نہیں کرتے اور نہ ہی دوسروں کے ساتھ شادی کی اجازت دیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''صوفیوں نے کہا ہے کہ انسان تو رَجُل ہے اور نفس مؤنث ہے۔مومن انسان وہ ہوتا ہے جو اس عورت کو وعظ کرے یعنی اپنے نفس کی اصلاح کرے۔ایک مرتبہ میرے دل میں ایک گناہ کی خواہش پیدا ہوئی۔مَیں نے بہت سی حمائلیں خریدلیں۔ایک جیب میں،ایک صدری میں اور ایک ہاتھ میں،ایک بستر ے میں،ایک الماری میں۔غرض کوئی جگہ خالی نہ رہی۔جب خیال آتا فوراً قرآن نظر پڑتا یہاں تک کہ نفس کی وہ خواہش جاتی رہی''۔

(حقائق الفرقان۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱)

اعزاز

جماعت احمدیہ برطانیہ کے شعبہ تعلیم کے زیر اہتمام گزشتہ سال (۲۰۰۵ء میں) پہلے نیشنل مقابلہ مقالہ نویسی (بزبان انگریزی) کا اہتمام کیا گیا تھا جس کا عنوان تھا:''نظام وصیت-اس کا پس منظر،اہمیت اور برکات''۔اس مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم محمود احمد ملک صاحب (مدیر''انصارالدین''اردو) نے اوّل انعام حاصل کیا ہے۔اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ہر پہلو سے بابرکت فرمائے۔

مذکورہ مضمون رسالہ''انصارالدین''(ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۵ء) کے انگریزی حصہ کی زینت بنایا جاچکا ہے۔

(مدیر اعلیٰ)

دَورِ جدید میں تحصیل علم اور ایک احمدی کا فرض

تیسری و آخری قسط

(محمود احمد ملک)

ایک دردانگیز نصیحت

اسلام کے شاندار ماضی کا ذکر کرتے ہوئے ملّتِ اسلامیہ کے ایک فدائی، سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا یہ فرمان ملاحظہ کیجئے:

''اگر تمہاری آنکھیں کھلی ہیں، اگر تم اپنے اندر فکر کا مادہ رکھتے ہو تو تمہیں سوچنا چاہئے کہ مسلمان کیا تھے اور کیا بن گئے اور مسلمان کہاں تھے اور کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ مسلمان نوجوان جغرافیہ پڑھتے ہیں، نقشہ دیکھتے ہیں، میں سمجھ نہیں سکتا کہ ان کے دل کیوں نہیں بیٹھ جاتے کیوں ان کے دلوں میں درد اور اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ ایک دن وہ تھا کہ سارا نقشہ اسلامی حکومتوں کے رنگ سے رنگین تھا یا آج حالت ہے کہ یورپین حکومتیں دنیا پر چھائی ہوئی ہیں اور مسلمان ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔'' (مشعل راہ صفحہ ۵۴۸)

کیا یہ الفاظ ایسے نہیں ہیں جو ایک دردمند دل سے نکلے اور سننے یا پڑھنے والے کے دل میں اُترنے کی صلاحیت رکھتے ہیں!۔ یقیناً موجودہ سائنس کے ابواب مسلم سائنسدانوں کے ذکر کے بغیر نامکمل ہیں۔ بوعلی سینا، جابر بن حیان، الرازی وغیرہ بے شمار سائنسدانوں نے ایسے بنیادی سائنسی اصول وضع کئے جن پر آج کی سائنس کی عمارت کھڑی ہے۔

بعض احمدی بزرگوں کا نمونہ

☆ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب لاہور میں بی۔اے کی تعلیم پارہے تھے کہ اچانک آپ نے کالج چھوڑ دیا اور قادیان آکر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے قرآن و حدیث پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ مکرم میر محمود احمد ناصر صاحب کی روایت ہے کہ کالج چھوڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی طالب علم نے اسلام یا احمدیت کے متعلق کوئی ایسا سوال جس کا آپ فوری جواب نہ دے سکے۔ اس کا آپ کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آپ نے کالج چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں قرآن پورے طور پر نہ پڑھ لوں گا میں کالج نہیں آؤں گا۔ محترم قاضی محمد اکمل صاحب رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا: ''وہ کالج تو پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ ممکن ہے کہ قرآن مجید اور حدیث پڑھنے کا اور پھر وہ بھی نورالدین ایسے پاک انسان سے پھر موقعہ نہ مل سکے اس لئے میں نے یہی بہتر جانا''

آپ کے کالج چھوڑنے کا پرنسپل کو خاص افسوس ہوا اور اس نے یہ الفاظ لکھے:

An excellent student. His leaving is a loss to the college. (G.A.W) یعنی آپ ایک لائق طالب علم تھے اور آپ کا کالج کو چھوڑ کر جانا کالج کے لئے ایک نقصان دہ امر ہے۔

چنانچہ جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب قادیان تشریف لائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے آپؓ کے شوق کو دیکھتے ہوئے قرآن کریم کی ایک زائد کلاس جاری فرمادی جس میں بہت سے دوسرے افراد بھی شامل ہونے لگے۔ جب یہ قرآن کریم کا دَور مکمل ہوگیا تو حضرت میاں صاحبؓ نے واپس جاکر گورنمنٹ کالج میں دنیاوی تعلیم کی طرف توجہ کی اور ایم۔اے کیا۔

☆ حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے چودہ سال کی عمر میں باوجود آشوب چشم کے مرض کے میٹرک کے امتحانات میں شمولیت اختیار کی اور فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے اور اپنے مدرسہ (امریکن مشن سکول سیالکوٹ) میں اول بھی آئے۔ اس کے بعد (بعمر 15 سال) آپ کو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کروادیا گیا۔ وہاں بھی گرمیوں میں آپؓ کو آشوب چشم کی بڑی سخت تکلیف رہتی۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ سکول کے ابتدائی درجوں میں میرے والد صاحب مجھے انتھک محنت کرواتے اور ملازم مجھے صبح ٹیوٹر کے پاس چھوڑ آتا جہاں سے مَیں سکول جاتا اور پھر وہیں سے واپس ٹیوٹر کے پاس۔ وہیں میرے لئے دودھ اور کھانا وغیرہ آتا۔ شام کا کھانا البتہ گھر میں کھاتا اور پھر رات گئے تک ٹیوٹر کے پاس پڑھتا۔

لیکن حضرت چوہدری صاحب کے والد صاحب کی یہی خواہش نہیں تھی کہ آپؓ کو صرف دنیاوی تعلیم دی جائے بلکہ یہ بھی خواہش تھی کہ آپ کو قرآن کریم کا ترجمہ بھی اچھی طرح آجائے۔ چنانچہ پہلے آپ کو بعض علماء کے پاس بھجوایا۔ پھر خود بھی پڑھاتے رہے اور میٹرک کے امتحان تک سارا ترجمہ مکمل کروادیا۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب رقمطراز ہیں کہ: ''میں گورنمنٹ کالج لاہور سے M.A. کرنے کے بعد 1946ء میں کیمبرج پہنچا۔ یہاں کا ڈسپلن کا انداز بھی میرے لئے نیا تھا۔ کیمبرج میں B.A. کا امتحان آپ زندگی میں صرف ایک بار دے سکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ فیل ہوجائیں تو پھر دوسری بار امتحان دینا ممکن نہیں۔ ہاسٹل کے ڈسپلن کا یہ عالم تھا کہ دس بجے رات تک آپ بلا اجازت کالج سے باہر رہ سکتے ہیں۔ دس سے بارہ بجے تک ایک پینی جرمانہ لیکن بارہ بجے کے بعد آئے تو 7 دن Gating ہوگی اور اگر سال میں تین بار ایسا ہوا تو کیمبرج سے نکال دیا جائیگا۔''

محترم ڈاکٹر صاحب کی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ: بھائی جان کی زندگی کا محور تعلیم سے شغف ہوتا تھا اس لئے بے کار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے اور تعلیم کی طرف ہی بھرپور توجہ ہوتی تھی۔ گھر میں ان کا ٹائم ٹیبل کچھ یوں ہوتا تھا۔ صبح اٹھے، نماز، قرآن کریم کی تلاوت کے بعد ناشتہ۔ گھر کے دھلے استری سے بے نیاز کپڑے پہنے بستہ بغل میں دبانا اور اسلام علیکم کہہ کر (جب تک سائیکل نہیں خریدا تھا) پیدل سکول جاتے تھے۔ سادگی، عاجزی اور اطاعت کا دخل ان کی زندگی میں بہت تھا۔ لکھنے اور پڑھنے میں ان کا اپنا ہی انداز تھا۔ ذہن میں یہ عادت ڈالی دی گئی کہ رات کو جلد سو جانا ہے اور صبح اذان کے ساتھ ہی اٹھنا ہے۔ یہ ان کا معمول ہی

دیکھا۔ چھٹی کے دن بھی نہیں سویا کرتے تھے۔

جہاں بھی جاتے مختلف کتابیں ضرور خریدتے۔ آپ کا گھر حقیقتاً کتابوں سے ہی سجا ہوا ہے۔ جن میں ایک بہت بڑا حصہ مختلف ممالک سے لائے ہوئے قرآن کریم سے بھی مزین کیا ہوا ہے۔ ابتدائی زمانہ طالبعلمی میں ایک کمرہ میں ٹرنک اور دوسرا گھریلو سامان رکھا ہوتا تھا۔ آپ اسی میں پڑھائی کرتے اور سوتے بھی تھے۔ چارپائی کے ساتھ ایک میز پر اپنی کتابیں وغیرہ رکھتے تھے۔ بجلی نہیں تھی اس لئے مٹی کے تیل کے لیمپ کی روشنی میں پڑھتے تھے۔

ایک احمدی کی خاص ذمہ داری

☆ مسیح محمدی کے اس دَور میں ہم احمدیوں پر علم کے حصول کی ذمہ داری عائد ہونے کی ایک وجہ اَور بھی ہے۔ آنحضور ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ تَكُوْنُ فِی اُمَّتِی فَزْعَةٌ فَيَصِيْرُ النَّاسُ اِلیٰ عُلَمَائِهِمْ فَاِذَاهُمْ قِرَدَةٌ وَخَنَازِيْرُ کہ میری امّت میں ایک گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوگی جس پر لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہاں تو بندر اور سؤر بیٹھے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۸۰ حدیث نمبر ۳۸۷۲۲۷، ناشر موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۸۵ء)۔ چنانچہ یہی وہ وقت ہے جب مسیح اور مہدی کی آمد کی تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ عوام الناس کھلی آنکھوں کے ساتھ اس زمانہ کی شہادت دے رہے ہیں اور اُن کی نظریں بار بار آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہر بار جب اُن کی منتظر نگاہیں ناکام لوٹتی ہیں اور وہ سوالیہ انداز سے اپنے علماء کی طرف دیکھتے ہیں تو ایسے وقت میں بھی جب امّت مسلمہ کو راہنمائی کی ضرورت ہے، یہ علماء امّت کو بھٹکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ یہ ایسے بندر ہیں جو عقل اور فکر سے کام لینے کی بجائے جہالت کی نقل پر زور دیتے چلے جاتے ہیں اور یسوع مسیح کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہی وہ نام نہاد علماء ہیں جو مسیح وقت کے قلم سے صفحہ قرطاس پر بکھرنے والے جواہرات کو پہچاننے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے اور سؤر کی طرح اُنہیں روندتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

پس یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم امّت مسلمہ کی راہنمائی کرتے ہوئے انہیں مسیح محمدی کی آمد کا مژدہ جانفزا سنائیں اور اُن علوم کے چشمہ سے اُن کی پیاس بجھائیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کے فیض اور رسول مقبول ﷺ کی دعاؤں سے جاری فرمایا ہے۔

صداقتِ اسلام کے لئے تحقیق

قرآن کریم بہت سے غیر معمولی نشانات اور عظیم الشان پیشگوئیوں کا سمندر ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال قبل کے انسان کے سامنے قرآن کریم نے جو علم کے دریا بہائے تھے، آج کا انسان سائنسی آلات کی مدد سے اُن پر مہر صداقت ثبت کرنے پر مجبور ہے۔ ایٹم کے وجود کی بات ہو یا انسانی پیدائش کی، ہر چیز کا جوڑے کی شکل میں پیدائش کا ذکر ہو یا جنگ عظیم کی پیشگوئی ہو، کائنات کی وسعت کے راز سمجھانے ہوں یا مچھر جیسی معمولی چیز کا ذکر ہو۔ قرآن کریم کے علوم ہر دنیاوی اور سائنسی علم کی ماں کہلانے کے مستحق ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس سلسلہ میں تحقیق کر کے حقائق کو اہل علم کے سامنے پیش کریں۔ یہی کیفیت احادیث کی ہے جن میں نہایت عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں اور بعض احادیث میں انسانی ترقی کی جو نقشہ کشی کی گئی ہے، وہ بعینہٖ آج ہمیں اپنے سامنے نظر آتی ہے۔

اس طرح آج کے دَور میں حضرت مسیح موعودؑ نے جو بے شمار علمی خزائن دنیا کو عطا فرمائے، ان میں سے بہت سے مزید تحقیق طلب ہیں مثلاً ''عربی ہی تمام زبانوں کی ماں ہے''۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب سے نجات دیا جانا اور ہجرت کر کے کشمیر کی طرف آنا اور وہاں وفات پانا۔ پھر حضرت بابا نانک کے مسلمان ہونے کا انکشاف بھی پہلی مرتبہ حضرت اقدس علیہ السلام نے ہی فرمایا۔

اسلام اور قرآن کریم کی صداقت میں بلاشبہ سینکڑوں نکات حضرت اقدسؑ کے علم کلام میں ملتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ غور و فکر کی عادت ڈالتے ہوئے تحصیل علم اور تحقیق کا مادہ اپنے اندر پیدا کریں اور اسلام کی حمایت میں اپنی طاقتوں کو صرف کرنے کی کوشش کریں۔ آج کئی ایسے وجود چاہئیں جو ایک صدی قبل کی جانے والی اس پیشگوئی پر مہر صداقت ثبت کریں کہ: ''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔'' (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۲)

تحصیل علم اور قومی خدمت

ایک اہم بات پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ احمدیت اُن علاقوں میں نہایت کثرت سے پھیلی ہے جو ترقی یافتہ نہیں ہیں بلکہ ترقی پذیر کہلاتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں مذہب کی طرف سے آنکھیں بند کر کے مادیت پرستی کا سلسلہ ایک لمبے عرصہ سے جاری ہے۔ چنانچہ مغربی دنیا میں اگرچہ دنیاوی تعلیم کا معیار تو نہایت اعلیٰ ہے لیکن اس تعلیم کے نتیجہ میں دہریت کا فروغ بھی تیزی سے ہو رہا ہے۔ گویا تحصیل علم کا حقیقی مقصد فراموش کر دیا گیا ہے۔ پس تیسری دنیا یا ترقی پذیر ممالک سے تعلق رکھنے والے احمدیوں کا یہ خصوصی فرض ہے کہ مغربی دنیا میں مروجہ علوم کو اپنی کھوئی ہوئی متاع سمجھ کر حاصل کریں اور پھر اپنے ممالک میں اس علم کی ترویج و اشاعت کے لئے کوشاں ہو جائیں۔

جو **پاکستانی احمدی** ہجرت کر کے مغربی ممالک میں آباد ہونے پر مجبور ہوئے ہیں، انہیں خصوصیت سے اپنی نسلوں کی تعلیم کی طرف توجہ دینی چاہئے اور اپنی قوم کو بھی علم کے نُور سے منور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے چلے جانا چاہئے۔ تیسری دنیا کے بیشتر ممالک جہالت کے باعث جن بے شمار علمی، مذہبی اور سماجی مسائل سے دوچار ہیں ان کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں ہے۔ مثلاً پاکستان میں اس جہالت کے نتیجہ میں ہی قومی سطح پر ایسی قانون سازی کی جاتی ہے جس کا مقصد ظلم کے سوا کچھ اَور نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی ایک وجہ جہالت بھی ہے چنانچہ پاکستان میں ابتدائی (Primary) تعلیم کی پسماندگی کا اندازہ عالمی بینک کی ترقیاتی رپورٹس اور دیگر عالمی اداروں کے پیش کردہ کوائف سے لگایا جا سکتا ہے۔ بیس سال قبل عالمی بینک کی مرتبہ ترقیاتی رپورٹ کے مطابق بھارت میں سکول جانے والے بچوں کی تعداد 85% تھی جبکہ پاکستان میں 49%۔ ویتنام، چین، سری لنکا، کینیا، ٹوگو اور کئی غریب ممالک میں 100%۔ (روزنامہ ''جنگ'' 16 جولائی 1986ء)

گویا پاکستان ترقی پذیر ممالک کی صف میں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا جبکہ 1941ء میں بانی پاکستان نے طلباء سے اپنے ایک خطاب میں فرمایا تھا: "تین ارکان ہیں جو کسی قوم کو والیٔ ملک اور صاحبِ حکم بننے کا حقدار ٹھہراتے ہیں۔ اول تعلیم جس کے بغیر آپ گویا اندھیرے میں ہیں......"۔

آج دنیاوی ترقی محض سائنس اور اعلیٰ ٹیکنالوجی کی ہی مرہونِ منت ہے اور کائنات میں بھی "Survival of the fittest" کا جو اصول کارفرما ہے۔ چنانچہ تعلیم کے میدان میں اگر کوئی قوم دنیا کا ساتھ نہ دے سکے گی تو وہ علمی لحاظ سے کسی ترقی یافتہ قوم کی غلامی میں جا کر اپنی علمی حیثیت ختم کر لے گی۔ پس پاکستانی احمدیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کے ذریعے نہ صرف دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ہمیں سونپی ہے بلکہ ہم پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ اپنی قوم کو جہالت اور جاہل ملاؤں سے نجات دلانے کے لئے دینی و دنیاوی تعلیمات کو اپنے معاشرہ میں فروغ دینے کے لئے خصوصی مساعی کریں۔

تحصیل علم محض ایک قوم یا ایک خطہ کے افراد کے لئے ہی ضروری نہیں ہے بلکہ دنیا میں امن و آشتی کا قیام تہذیب یافتہ معاشرہ کے بغیر ناممکن ہے اور مہذب معاشرہ کی تشکیل محض علمی ترقی کی بدولت ہی ممکن ہے۔ اسی لئے تعلیم کو ہر انسان کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ پھر بنی نوع انسان کی خدمت بھی ہر انسان کا فرض ہے۔ اور یہ خدمت بھی صرف حصولِ تعلیم کے بعد ہی ممکن ہے۔

عورتوں کی تعلیمی ترقی کی اہمیت

احمدیوں کو علمی ترقی کے حوالہ سے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ "اگر پچاس فیصد عورتیں تعلیم حاصل کر لیں تو ہم ایک بہترین قوم کی توقع رکھ سکیں گے۔ کیونکہ بچوں کی تربیت کا پہلا مرکز ماں کی گود ہے"۔

تحصیل علم کے حقوق

یہ مضمون نامکمل رہے گا اگر تحصیلِ علم کے حقوق کا بیان نہ کیا جائے۔ کسی عرب شاعر کے دو اشعار کا ترجمہ ہے: "تو علم کو صرف چھ چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کر سکتا ہے یعنی ذہانت، شوق، محنت، اچھی غذا، اچھا استاد اور ایک معین مدت"۔

اس شعر کی تشریح میں کئی صفحات رقم کئے جا سکتے ہیں۔ تاہم مختصراً عرض ہے کہ ذہانت کا ملکہ ایک خداداد نعمت ہے بعض دفعہ اس نعمت پر کئی قسم کے پردے پڑ جاتے ہیں مثلاً غلط عادات، غلط جذبات، مایوسی، ناکامی کا غم اور غربت وغیرہ۔ اس کا بہترین علاج خدا تعالیٰ کی مدد چاہتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنا ہے۔ طبی نکتہ نظر سے ذہانت (حافظہ) کو ترقی دینے کے لئے سویابین (سویا سیتھین) اور مغز بادام کا استعمال اعلیٰ نتائج پیدا کرتا ہے۔

پھر تحصیلِ علم کے لئے لگن اور شوق کا جذبہ لازمی ہے۔ علم کی طرف توجہ پیدا کرنے کے لئے دعا کے بعد خود کو زبردستی کچھ عرصہ تک مطالعہ کا پابند کرنا بھی سودمند ہے۔ اور مسلسل یعنی بے تکان مطالعہ کی لذت سے استفادہ کرنے کے لئے مختلف مضامین تبدیل کر کے پڑھنا بھی فائدہ مند ہے۔

پھر محنت کی تحصیلِ علم میں بہت اہمیت ہے "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی"۔

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے کہ صحیح طور پر کی جانے والی مسلسل محنت انسان کو کمزور اور بیمار نہیں کرتی بلکہ بے محل اور بے وقت کی محنت نقصان پہنچاتی ہے۔

اسی طرح حصولِ تعلیم کیلئے اچھی جسمانی صحت بہت ضروری ہے۔ اگر صحت اچھی نہ ہو تو ذہن کا تندرست رہنا بہت مشکل ہے۔ بیمار آدمی اپنی توجہ بھی مطالعہ پر مرکوز نہیں رکھ سکتا۔ اور اچھی صحت کے لئے عمدہ اور متوازن غذا اور بیمار ہونے کی صورت میں بروقت علاج کی طرف توجہ دینے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پھر ایک ذہین، علم کے حریص اور محنتی طالبعلم کے لئے اچھا استاد سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ قابل استاد کے میسر آ جانے کی صورت میں حصولِ علم کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ شعر میں جو آخری بات بیان کی گئی ہے اس کا تعلق مدت کے تعین سے ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ قلیل مدت میں بہت سے علوم کا حصول ایک غیر فطری خواہش ہے۔ کیونکہ علم تو آہستہ آہستہ جذب ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے پہلوان بننے کے لئے مسلسل ریاضت اور غذا کی ضرورت ہوتی ہے ایک روز میں خواہ دس سیر گھی پی لیا جائے پہلوان نہیں بنا جا سکتا۔ اس لئے علم کے حصول میں صبر اور مستقل مزاجی کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

علمی مجالس کی اہمیت

حصولِ علم کے حوالہ سے ہمارا مشاہدہ ہے کہ علمی مجالس کا قیام بھی ضروری ہے اور یہ سنتِ نبویؐ سے بھی ثابت ہے۔ آنحضور ﷺ خود بھی ان مجالس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور! یہ ریاض الجنۃ (یعنی جنت کے باغ) کیا چیز ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مجالس علمی ہیں۔ یعنی مجالس میں بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔

(الترغیب والترهیب، باب الترغیب فی مجالسة العلماء۔ جلد اول صفحہ ۷۶)

ایک اور روایت اسی مضمون میں پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ ایک بار جب آنحضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں میں دو مجالس جاری تھیں۔ ایک میں صحابہ کی ایک جماعت عبادت کر رہی تھی اور دوسری ایک علمی مجلس تھی۔ آنحضور ﷺ نے علمی مجلس میں شمولیت کو اپنے لئے پسند فرمایا اور اس طرح عالم کی عابد پر فضیلت بھی اپنے عمل سے ظاہر کر دی۔

جماعت احمدیہ میں تعلیمی و تربیتی اجلاسات، اجتماعات اور خصوصاً جلسہ سالانہ کا روحانی ماحول ایسی ہی علمی مجالس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان میں شامل ہونے والے ان سے بھرپور استفادہ کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: "اجتماعوں اور جلسوں کے وقت، جب اجتماعات یا جلسوں پہ آتے ہیں تو وہاں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور صرف یہی مقصد ہونا چاہئے کہ ہم نے یہاں سے اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانی ہے اور ان جلسوں کا جو مقصد ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اگر جلسوں پہ آ کے پھر دنیاوی مجلسیں لگا کر بیٹھنا ہے اور ان سے پورا استفادہ نہیں کرنا تو پھر ان جلسوں پہ آنے کا فائدہ کیا ہے؟"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸/جون ۲۰۰۴ء)

تحصیل علم بذریعہ صحبت صالحین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کے لئے ایک برکت اُن کی علمی ترقی بیان کی ہے اور اسی طرح صحبت صالحین کا بھی یہ اجتماعات ایک عمدہ ذریعہ ہیں۔ مصاحبت کے تعلق میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''دین تو چاہتا ہے مصاحبت ہو پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آ کر رہیں اور فائدہ اٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو! قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آ گیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہوگی۔ وہ لوگ جو اس سلسلے کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس کی معلوم نہیں ان کو جانے دو۔ مگر ان سب سے بڑھ کر بدقسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلے کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن اس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آ کر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں سے جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلے کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے، وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی متقی اور پرہیزگار ہوں مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہیں کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے۔ پس تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی کے محال ہے (یعنی جو عمل ہے علم حاصل کئے بغیر بہت مشکل ہے) اور جب تک یہاں آ کر نہیں رہتے تکمیل علمی مشکل ہے''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۲۵، جدید ایڈیشن)

روحانی خزائن کا مطالعہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مجالس میں شرکت کا ایک ذریعہ آج آپؑ کے علم کلام کا مطالعہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''آج کل کے زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو بھی پڑھنے کی طرف توجہ دینی چاہئے اور ان سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے یہ بھی قرآن کریم کی ایک تشریح و تفسیر ہے جو ہمیں آپؑ کی کتب سے ملتی ہے۔...... یہ کتب ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اور انہیں کتب سے آپ کو دلائل میسر آ جاتے ہیں لوگوں کے اعتراضوں کے جواب دینے کے اور یہی آج کل طریقہ ہے آپ کی مجلسوں سے فیضیاب ہونے کا، آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا کہ پہلے بھی میں کہتا رہا ہوں کہ آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔ اس سے ہمیں مخالفین کے اعتراضوں کے جواب بھی ملیں گے اور قرآن کریم کے علوم کی بھی معرفت ہمیں حاصل ہوگی''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍جون ۲۰۰۴ء)

علمی مجالس کا قیام اور ہمارا فرض

جماعت احمدیہ میں علمی مجالس کثرت سے منعقد ہوتی ہیں اور ہر سطح پر منعقد ہوتی ہیں۔ ان کی اہمیت تو عیاں ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ایسی مجالس میں علم کے نام پر دہریت فروغ نہ پائے۔ کیونکہ حقیقی علم کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے قربت اور تعلق میں اضافہ ہونا چاہئے۔ ایسی مجالس میں غیبت اور ایسی ہی دیگر کمزوریوں کی پرورش نہیں ہونی چاہئے اور اسی طرح نظام کے تحت مقرر کئے جانے والے افراد کی اطاعت بھی ایک لازمی شرط ہے جو ایسی مجالس کی روحانی اور اخلاقی صحت کی ضمانت دے سکتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ ۱۸؍جون ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:

''ایک اور جگہ روایت ہے کہ اصل میں علم وہی ہے جس کے ساتھ تقویٰ ہو۔ تو اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کبھی کسی قسم کا علم بھی تقویٰ سے دور لے جانے والا نہ ہو۔ علم وہی ہے جو تقویٰ کے قریب ترین ہو اور تقویٰ کی طرف لے جانے والا ہو، خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہو''۔

پس اس امر کو یقینی بنانا ہر احمدی کا فرض ہے کہ کسی بھی سطح پر جاری ہونے والی علمی مجالس کو قرآن و حدیث اور حضرت اقدسؑ کے علم کلام کی متابعت میں پروان چڑھایا جائے اور کسی بھی قسم کے فتنوں کی آماجگاہ بننے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ ان مجالس کا حقیقی مقصد پاکیزہ علم کی ترویج و اشاعت ہے اور علم کے حصول کا بھی یہی مقصد ہونا چاہئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم علم اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلہ میں فخر کر سکو نہ اس لئے حاصل کرو کہ جہلاء میں اپنی بڑائی اور اکڑ دکھا سکو اور جھگڑے کی طرح ڈال سکو۔ اور نہ اس علم کی بنا پر اپنی شہرت اور نام و نمود کے لئے مجلسیں جماؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا ایسا سوچ گا اس کیلئے آگ ہی آگ ہے یعنی اسے مصائب و بلیات (بلائیں) اور رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''آجکل (عموماً دیگر مسلمانوں میں) ہمارے جو علماء ہیں ان کا یہی حال ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے رہتے ہیں۔ ذرا سی بات لے کے اپنی علمیت کا رعب ڈالنے کی زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ اور جس کا کسی بھی قسم کا فائدہ نہیں ہو رہا ہوتا۔ نہ کوئی علمی نہ روحانی، صرف الجھانے کے لئے لوگوں میں ضد اور انا بھی بن جاتی ہے اور اپنا علم ظاہر کر رہے ہوتے ہیں کہ مجھے اس کا علم ہے، تمہیں نہیں ہے۔ تو احمدیوں کو صرف اس لئے علم حاصل کرنا چاہئے کہ اپنی انا مقصد نہ ہو یا علم کا رعب ڈالنا مقصد نہ ہو بلکہ اس علم کے نور کو پھیلانا اور اس سے فائدہ اٹھانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل کرنا مقصد ہو''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍جون ۲۰۰۴ء)

تحصیل علم کے دشمن

جس طرح بہت سی چیزیں تحصیل علم کے لئے ممد ہیں اسی طرح بعض امور ایسے بھی ہیں جو حصول علم کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ مثلاً وقت کا ضیاع طالبعلم کے لئے انتہائی خطرناک عادت ہے جو ساری عمر کو تباہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح آوارگی (خواہ یہ ذہنی ہو یا جسمانی) انسانی صلاحیتیوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا تجزیہ کس قدر حقیقت افروز ہے۔ فرماتے ہیں: ''آوارگی دُور کرنے سے علم بڑھتا

ہے'' (مشعل راہ صفحہ ۱۱)۔ پس اپنے وقت کا بہترین استعمال کرنے کے لئے ہر قسم کی آوارگی اور بدصحبت سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہئے۔

اسی طرح علم کے حصول اور تحقیق میں سرگرداں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذہنی، جسمانی، روحانی، اور اخلاقی قوتوں کا محاسبہ کرتا رہے اور ہمیشہ سیدنا مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھے کہ: '' ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن گزارا''۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۷)

یہ روایت بھی بڑی پُر اثر ہے کہ حضرت امام وکیعؒ نے اپنے شاگرد حضرت امام شافعیؒ کو یہ نصیحت کی تھی کہ علم حاصل کرنے کے لئے گناہوں سے بچو کیونکہ علم اللہ کا نور ہے اور نور کسی معاصی کو نہیں دیا جاتا۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲/ اگست ۱۹۸۱ء)

ہمارے تجربہ میں یہ بھی ہے کہ توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنا ہی علم کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ توجہ مرکوز کر کے نصف گھنٹہ کا مطالعہ، سرسری توجہ کے چھ گھنٹہ کے مطالعہ سے بہتر ہے۔ حاصلِ مطالعہ کے ذہن میں محفوظ نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ عدم توجہ بھی ہوسکتی ہے۔ توجہ قائم رکھنے کے لئے جہاں دوسری باتیں ضروری ہیں مثلاً ماحول کا پُرسکون ہونا، زیر مطالعہ چیز میں دلچسپی، بیٹھنے کا آرام دہ انتظام اور روشنی کا عمدہ نظام وغیرہ وہاں بار بار توجہ پیدا کرنے کی مشق بھی بہت فائدہ مند ثابت ہوسکتی ہے۔ تاہم ایک بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ اگر کسی بھی وجہ سے آپ کا جسم یا ذہن تھکا ہوا ہے تو توجہ مرکوز کرنے کی مسلسل کوششوں کی بجائے کچھ آرام کر لینا بہتر ہے۔ نیز ہلکے گرم پانی سے نہانا، آنکھیں موند کر گہرے سانس لینا اور گرم مشروب پینا بھی بہت فائدہ مند ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ کونسے ایسے بیرونی عوامل ہیں جو آپ کی توجہ قائم نہیں رہنے دیتے۔ اُن عوامل کو ممکن حد تک دُور کر کے بھی مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سب سے ضروری چیز...... دعا

تحصیلِ علم کے لئے دعا کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اسی لئے آنحضور ﷺ کو ''رَبِّ زِدْنِی عِلْماً'' کی دعا اللہ تعالیٰ نے سکھلائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہاماً یہ دعا سکھلائی گئی کہ '' رَبِّ اَرِنِی حَقَائِقَ الْاَشیاء'' یعنی اے میرے ربّ مجھے اشیاء کی حقیقت سے آگاہ فرما (تذکرہ طبع ثانی صفحہ ۷۲۱)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کو نہ صرف دعائیں سکھائیں بلکہ ان دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے ایسا علم بھی عطا فرمایا جو قیامت تک آنے والے ہر دَور کے لئے غیروں کے منہ بند کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

'' ہمارے نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دنیا میں نہیں گزرا لیکن آپؐ کو بھی ﴿رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ کی دعا کی تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اور کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کر کے ٹھہر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے۔ جوں جوں انسان اپنے علم اور معرفت میں ترقی کرے گا اسے معلوم ہوتا جاوے گا کہ ابھی بہت سی باتیں حل طلب باقی ہیں۔ بعض امور کو وہ ابتدائی نگاہ میں ...... بالکل بیہودہ سمجھتے تھے لیکن آخر وہی امور صداقت کی صورت میں ان کو نظر آئے۔''

(ملفوظات جلد دوم۔ صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۲۔ جدید ایڈیشن)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ دعا سکھا کر مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ دعا صرف برائے دعا ہی نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ کر اور یہ کہنے سے علم میں اضافے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ بلکہ یہ توجہ دلائی ہے مومنوں کو کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں بھی رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ طالب علم ہو تو محنت سے پڑھائی کرو اور پھر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ حقائق اشیاء کے راستے بھی کھول دے گا۔ علم میں اضافہ بھی کر دے گا اور پھر صرف یہ طالب علموں تک ہی بس نہیں ہے بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی یہ دعا کرتے ہیں۔ اور اس دعا کے ساتھ اس کوشش میں بھی لگے رہیں کہ علم میں اضافہ ہو اور اس کی طرف قدم بھی بڑھائیں۔ تو یہ ہر طبقے کے سب عمروں کے لوگوں کے لئے یہی دعا ہے۔''

(خطبہ جمعہ ۱۸/ جون ۲۰۰۴ء)

آنحضرت ﷺ کی ایک دعا یوں ہے: اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِی عِلْمًا یَنْفَعُنِیْ وَ عَمَلاً یَرْفَعُنِیْ۔ یعنی اے میرے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو فائدہ مند ہو اور ایسے اعمال بجالانے کی توفیق بخش جو میرے بلندیٔ درجات کا موجب ہوں۔

ایک دردمند دل کی صدا

آج جبکہ احمدیت کی عظیم الشان فتوحات کا عملاً آغاز ہو چکا ہے، ہمارے لئے ہر قسم کے علوم کا حصول بے حد ضروری ہے۔ موجودہ دَور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لئے ہمیں نہ صرف اپنے علم کو وسعت دینی چاہئے بلکہ اپنی اولادوں کو صحیح سمت میں علم حاصل کرنے کی طرف راہنمائی بھی کرنی چاہئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

'' ہم نے واقفین نو بچوں کو پڑھا کے نئے نئے علوم سکھا کے پھر دنیا کے منہ دلائل سے بند کرنے ہیں۔ اور اس تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اصل قرآن کا علم اور معرفت دی ہے، اللہ کرے کہ واقفین نو کی یہ جدید فوج اور علوم جدیدہ سے لیس فوج جلد تیار ہو جائے۔ پھر واقفین نو بچوں کی تربیت کے لئے خصوصاً اور تمام احمدی بچوں کی تربیت کے لئے بھی عموماً ہماری خواتین کو بھی اپنے علم میں اضافے کی ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو بھی وقت دینے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اجلاسوں میں اجتماعوں میں، جلسوں میں آ کر جو سیکھا جاتا ہے وہیں چھوڑ کر چلے نہ جایا کریں، یہ تو بالکل جہالت کی بات ہوگی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔ تو عورتیں اس طرف بہت توجہ دیں اور اپنے بچوں کی طرف بھی خاص طور پر توجہ دیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جن واقفین نو یا عمومی طور پر بچوں کی مائیں بچوں کی طرف توجہ دیتی ہیں اور خود بھی کچھ دینی علم رکھتی ہیں ان کے بچوں کے جواب اور وقف نو کے بارے میں دلچسپی بھی بالکل مختلف انداز میں ہوتے ہیں اس لئے مائیں اپنے علم کو بھی بڑھائیں اور پھر اس علم سے اپنے بچوں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ باپوں کی ذمہ داریاں ختم ہوگئی ہیں یا اب

باپ اس سے بالکل فارغ ہو گئے ہیں یہ خاوندوں کی اور مردوں کی ذمہ داری بھی ہے کہ ایک تو وہ اپنے عملی نمونے سے تقویٰ اور علم کا ماحول پیدا کریں پھر عورتوں اور بچوں کی دینی تعلیم کی طرف خود بھی توجہ دیں۔ کیونکہ اگر مردوں کا اپنا ماحول نہیں ہے، گھروں میں وہ پاکیزہ ماحول نہیں ہے، تقویٰ پر چلنے کا ماحول نہیں۔ تو اس کا اثر بہر حال عورتوں پر بھی ہوگا اور بچوں پر بھی ہوگا۔ اگر مرد چاہیں تو پھر عورتوں میں چاہے وہ بڑی عمر کی بھی ہو جائیں تعلیم کی طرف شوق پیدا کر سکتے ہیں کچھ نہ کچھ رغبت دلا سکتے ہیں۔...... مردوں کی دلچسپی سے ہی پھر عورتوں کی دلچسپی بھی بڑھے گی اور اگر عورتوں کی ہر قسم کی تعلیم کے بارے میں دلچسپی ہوگی تو پھر بچوں میں بھی دلچسپی بڑھے گی۔ ان کو بھی احساس پیدا ہوگا کہ ہم کچھ مختلف ہیں دوسرے لوگوں سے۔ ہمارے کچھ مقاصد ہیں جو اعلیٰ مقاصد ہیں۔ اور اگر یہ سب کچھ پیدا ہوگا تو تبھی ہم دنیا کی اصلاح کرنے کے دعویٰ میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔...... تجربہ میں یہ بات آ چکی ہے کہ کئی ایسے احمدی خاندان جن کی آگے نسلیں احمدیت سے ہٹ گئیں صرف اسی وجہ سے کہ ان کی عورتیں دینی تعلیم سے بالکل لاعلم تھیں۔...... تو اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی اکٹھے ہو کر کوشش کرنی ہو گی تا کہ ہم اپنی اگلی نسل کو بچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر دین کا علم پیدا کرنے اور اگلی نسلوں میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ ۱۸/جون ۲۰۰۴ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں علمِ حقیقی سے بہرہ ور فرمائے اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں ہمارے حق میں پوری ہوں کہ ہم اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں۔ ⭘

وقارِ عمل

مجلس انصاراللہ مورڈن کے زیر اہتمام ۶/مئی ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ وقارِ عمل منایا گیا جس کا انعقاد احمدیہ قبرستان بروک وڈ میں کیا گیا۔ اٹھارہ افراد نے تین گھنٹے میں قبرستان کی صفائی کی۔ بعدۂ اسلام آباد جا کر کلو اجمیعًا کیا گیا۔

۲/جولائی ۲۰۰۶ء کو دوسرا وقارِ عمل بھی احمدیہ قبرستان بروک وڈ میں منعقد ہوا جس میں جنرل صفائی کے علاوہ کتبوں کو دھو کر صاف کیا گیا۔ اس میں بھی قریباً بیس افراد شامل ہوئے۔



مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ چیریٹی واک ۲۰۰۶ء

محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجلس انصاراللہ برطانیہ نے مؤرخہ ۱۱/جون ۲۰۰۶ء بروز اتوار اپنی سالانہ چیریٹی واک منعقد کرنے کی توفیق پائی۔ اس واک کا راستہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت ترتیب دیا گیا تھا۔

یہ واک اسلام آباد (ٹلفورڈ) سے ہماری نئی جلسہ گاہ ''حدیقۃ المہدی'' (آلٹن) تک تھی۔ اور اس کا راستہ آبادیوں میں سے گزرتا تھا۔ اس طرح یہ واک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس علاقہ میں جماعت کے مثبت اور بہترین تعارف کا موجب بنی اور اسی طرح ہمارے اس سال کے جلسہ سالانہ کے انعقاد میں بھی یہ ممد اور مفید ثابت ہوئی۔ اس امر کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ازراہ شفقت متعدد مواقع پر ذکر اور اظہار خوشنودی فرمایا ہے۔

اس واک کے انتظامات کے لئے مکرم و محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ نے مکرم چودھری رفیق احمد جاوید صاحب نائب صدر کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر فرمائی تھی جس نے اپنے فرائض کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا اور بہترین انتظامات کئے۔ اللہ تعالیٰ سب کارکنان کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

اس سال بھی احباب روایتی جوش و خروش سے اس واک میں شامل ہوئے چنانچہ اس واک کے شرکاء کی تعداد 1073 تھی جو کہ ملک کے طول و عرض سے اس میں شامل ہونے کے لئے اسلام آباد پہنچے ہوئے تھے۔ اس واک میں شامل ہونے والے سب سے عمر رسیدہ مکرم منیر الدین احمد کھوکھر صاحب مبلغ سلسلہ عمر ۸۱ سال تھے اور سب سے کم عمر حاشر احمد رودرا آف اسلام آباد (عمر ۵ سال) تھے۔

اس سلسلہ میں ایک قابل تقلید مساعی مجلس لور پول نے کی ہے۔ مجلس کی تجنید صرف چار ہے لیکن انہوں نے ستر افراد سے 360 پاؤنڈ اکٹھے کئے اور چیریٹی واک میں شمولیت کے بعد اس کی تصاویر اور وڈیو فلم وہمراہ لے کر گئے اور تمام ستر افراد کو مدعو کر کے انہیں ساری کارروائی دکھائی گئی اور پھر جماعت کا تعارفی لٹریچر اور مختلف کتب بھی دیں۔ اس طرح انہوں نے چیریٹی واک کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا بہترین موقع بھی حاصل کر لیا۔

اس واک کے نتیجہ میں اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے 70 ہزار پاؤنڈ سے زائد رقم جمع ہو چکی ہے۔ مکرم صدر صاحب انصاراللہ نے تمام انصار سے بالعموم اور تمام زعماء سے بالخصوص یہ درخواست کی ہے کہ جن لوگوں کے پاس چیریٹی واک کے سلسلہ میں اکٹھی کی ہوئی رقوم موجود ہیں یا جن احباب نے وعدے کئے ہوئے ہیں، وہ ایسی تمام رقوم جتنی جلد ممکن ہو، مرکز کو ارسال کر دیں تا کہ چیریٹیز میں تقسیم کی جا سکیں۔

انصار ڈائجسٹ

محمود احمد ملک

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے ہمیں کچھ بھی بھجواسکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:

Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL. e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک

''میں آج انصار اللہ کو تحریک کرنا چاہتا ہوں وہ خصوصیت کے ساتھ وقف کی طرف توجہ کریں۔ اس وقت سلسلہ کو خدمت کرنے والوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خدمت کے کام پھیل رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہر شعبہ میں کارکنوں کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ جو کام اس وقت ہاتھ میں ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے بھی مزید انسانی قوت کی ضرورت ہے لیکن جو کام ابھی تشنہ پڑے ہوئے ہیں۔ بعض ابھی توجہ طلب ہیں۔ ان کے لئے اور بھی زیادہ کثرت کے ساتھ انصار چاہئیں۔''

(سالانہ مرکزی اجتماع انصار اللہ 1982ء سے خطاب)

حسین مگر بیمار!

انسان کی فطری صلاحیت وقابلیت بیش بہا نعمت ہے لیکن اگر اس میں حسن و جمال کی صفت بھی پائی جائے تو شخصیت مزید نکھر جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں حسن وخوبصورتی کی اہمیت زیادہ ہے اور لوگ اپنی جسمانی خوبصورتی کے بارہ میں زیادہ حساس ہیں۔

زیادہ سے زیادہ پرکشش رہنے کے لئے ورزش، مساج سینٹر، بیوٹی پارلر اور بہت سے حکمتی نسخوں کی مدد لی جاتی رہی ہے۔ تاہم اب جسم کو سڈول رکھنے اور چہرہ کی جھریاں مٹانے کے لئے پلاسٹک سرجری اور لیزر ٹیکنالوجی کے استعمال کا رجحان بھی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اگرچہ لیزر لائٹ اور پلاسٹک سرجری کی ایجاد خطرناک قسم کی بیماریوں کے علاج کے لئے کی جانے والی کوششوں کا نتیجہ تھی لیکن اس جدید ٹیکنالوجی کا استعمال اب حسن کی افزائش کے لئے مقبول عام ہو رہا ہے۔ لیزر کا طریقہ علاج تو جلد کے لیے ہے تاہم پلاسٹک سرجری سے جسم کے نشیب وفراز اور خدوخال کو بھی درست کیا جاتا ہے یعنی آپریشن کے ذریعہ جسم کو حسب ضرورت تراشا جاسکتا ہے۔ ایک ماہر کے مطابق زیادہ تر لوگ (مرد و خواتین) اپنی ناک درست کرواتے ہیں لیکن خواتین کی ایک بڑی تعداد لائپوسکشن کے لئے آتی ہے (یعنی کولہوں، ران یا کسی بھی جگہ سے موٹاپے کو کم کرنے کے لئے چربی وخون کو مشین کے ذریعے کھینچ لینا)۔ تاہم تیزی سے مقبول ہوتے ہوئے اس نئے طریقہ کے بارہ میں ایک نامور بیوٹیشین نے خبردار کیا ہے کہ لیزر اور پلاسٹک سرجری وقتی علاج ہے اور اس کے بہت سے مضر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کو مستقبل میں طرح طرح کی بیماریوں کا خطرہ رہتا ہے۔

جانداروں کے معدوم ہونے کی لہر

اس دنیا کی ہر مخلوق، چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی یا بے وقعت کیوں نہ دکھائی دیتی ہو، اپنی جگہ اہم ہے اور بالکل انسان کی طرح اس دنیا میں زندگی کے تانے بانے کا حصہ ہے۔ زندگی کی ابتداء سے اب تک مختلف مخلوقات کی نسلوں کے خاتمہ کی ایک خاص رفتار رہی ہے جسے سائنسدان ایک 'قدرتی' رفتار کہتے ہیں۔ مگر آجکل یہ رفتار تیز ہوگئی ہے۔ بہت سے سائنسدانوں کا خیال ہے کہ دنیا میں وسیع پیمانہ پر نسلوں کے خاتمے کی یہ چھٹی لہر ہے اور اس سے زمین پر زندگی متاثر ہوگی۔

اس سے پہلے جب اس قسم کی لہریں آئیں تو یہاں انسان نہ تھا۔ لیکن اس دفعہ انسان کی موجودگی اس لہر میں تیزی کا باعث ہے۔ دنیا میں انسانی آبادی پچھلے پچاس سال میں دوگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں دیگر جانداروں کے لئے جگہ کی کمی ہوگئی ہے۔ ہم نے ان کے رہنے کی جگہوں پر قبضہ کرلیا ہے اور ان کی خوراک استعمال کرنا شروع کردی ہے۔ ورلڈ کنزرویشن یونین کی 2003ء میں مرتب کی جانے والی ایک فہرست کے مطابق مختلف مخلوقات کی بارہ ہزار سے زیادہ نسلیں خطرہ میں ہیں۔ یہ فہرست بنانے کے لئے 40 ہزار نسلوں کا تجزیہ کیا گیا تھا۔

اس دنیا میں موجود مخلوقات میں سے کئی انسانی زندگی کیلئے ضروری ہیں کیونکہ وہ آکسیجن پیدا کرتی ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتی ہیں، پانی کو صاف کرتی ہیں، فصلوں کی تولید میں مدد دیتی ہیں اور نشوونما کیلئے ضروری مادوں کو دوبارہ قابل استعمال بناتی ہیں۔

☆ دوسری طرف سائنسدانوں کو گزشتہ دنوں مینڈک کی ایسی قسم نظر آئی ہے جسے دس سال سے معدوم سمجھا جا رہا تھا۔ کولمبیا (جنوبی امریکہ) کے دُور دراز علاقہ میں رہنے والے ''پینٹڈ فراگ'' کو ۱۹۹۵ء کے بعد سے دیکھا نہیں گیا تھا اور ماہرین نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ مینڈکوں کی یہ قسم ایک فنگس کی بیماری کے نتیجہ میں معدوم ہوچکی ہے۔ اس فنگس سے خشکی اور تری کے کئی جانوروں کو نقصان پہنچا ہے اور ان کی کئی اقسام اس کے نتیجہ میں ختم ہو چکی ہیں۔ لیکن پینٹڈ فراگ کو دوبارہ دیکھنے کے بعد سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ بعض حالات میں فنگس کی یہ بیماری جان لیوا ثابت نہیں ہوتی اور امکان ہے کہ مینڈک کی اس قسم میں فنگس کی بیماری کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہو رہی ہے۔

جنوبی امریکہ کے آندیز کے پہاڑوں میں مینڈکوں کی ۱۱۳ اقسام میں سے ۴۲ معدوم ہوچکی ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بحری جانور اس لئے آسانی سے بیماریوں کا شکار ہوکر معدوم ہوسکتے ہیں کیونکہ اُن کی جلد بیماریوں اور جراثیم کو روکنے کی اہل نہیں ہوتی۔

الاسکا کے تیس ہزار سالہ بیکٹیریا

الاسکا سے ملنے والے منجمد بیکٹیریا کے ایک گروہ نے برف میں تیس ہزار سال تک زندہ رہ کر سائنسدانوں کو حیران کردیا ہے۔ منجمد بیکٹیریم کو امریکی خلائی ادارہ ناسا کے سائنسدان رچرڈ ہور نے زیرِ سطح ایک سرنگ سے برف کو کاٹ کر دریافت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب وہ ان بیکٹیریم کا خوردبینی مطالعہ کر رہے تھے تو برف کے پگھلتے ہی انہوں نے متحرک ہوکر یوں تیرنا شروع کردیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ کہ اس دریافت سے اس

امکان کو تقویت ملتی ہے کہ اسی طرح کی حیات مریخ کے منجمد سمندروں میں بھی زندہ پائی جاسکتی ہے۔ ان بیکٹیریم کا نام ''کارنو بیکٹیریم پلیسٹوسینیم'' رکھا گیا ہے۔

چائے کے خفیہ فوائد

نیوکاسل یونیورسٹی (برطانیہ) کی ایک تحقیق کے مطابق یادداشت بڑھانے کیلئے چائے کا استعمال مفید ہے اور اس سے ایلزائمرز کے مرض کے علاج میں مدد مل سکتی ہے۔ سبز یا کالی چائے انسانی دماغ میں پائے جانے والے اُن اینزائمز پر اثر انداز ہوتی ہے جن کا تعلق یاداشت سے ہے اور دماغ پر چائے کا اثر اُن ادویات جیسا ہوتا ہے جو کمزور یاداشت کے مریضوں کیلئے استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح چائے دماغ میں موجود ایسے اینزائمز پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے جو یادداشت کو کمزور کرتے ہیں۔ ایلزائمرز کے مریض کے دماغ میں ''ایسیٹائکولین'' نامی مادہ کی کمی ہوجاتی ہے اور چائے اُس اینزائم کے لئے مفید ہے جو اس مادہ کو دماغ میں پھیلنے میں مدد دیتا اور یادداشت میں بہتری پیدا کرتا ہے۔

سبز چائے کالی چائے پر قدرے سبقت رکھتی ہے کیونکہ سبز چائے اُس کیمیائی مادہ پر ایک ہفتے کیلئے قابو پالیتی ہے جو انسانی دماغ میں ایسی پروٹین پیدا کرتا ہے جو ایلزائمرز کے پھیلنے میں مددگار ہوتی ہے جبکہ کالی چائے اس مادہ پر صرف ایک دن تک ہی قابو رکھ سکتی ہے۔

اگرچہ ایلزائمرز ابھی ایک لاعلاج مرض ہے لیکن نئی تحقیق سے امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں اس مرض میں مبتلا لوگوں کی روزمرہ زندگی کو بہتر بنایا جاسکے گا۔

اسی طرح دل کے مریضوں پر اسرائیل میں کی جانے والی ایک تحقیق سے علم ہوا ہے کہ زیادہ چائے پینے والے مریض اُن مریضوں کی نسبت زیادہ دیر تک زندہ رہتے ہیں جو چائے نہیں پیتے۔ چنانچہ فی ہفتے ۱۴ کپ سے زیادہ چائے پینے والوں کی اموات ہارٹ اٹیک کے ساڑھے تین سال بعد چائے نہ پینے والوں سے ۴۴ فیصد کم ریکارڈ ہوئیں۔ نیز اعتدال سے چائے پینے والوں میں مثلاً ہفتے میں ۱۵ کپ پینے والوں میں شرح اموات دوسروں کی نسبت اٹھائیس فیصد کم رہی۔

اسی طرح بوسٹن امریکہ میں ڈاکٹر کینیتھ اور انکی ٹیم نے ۱۹۰۰/افراد پر تحقیق کی جو عمر میں ۶۰ سال سے زیادہ تھے اور اُنہیں ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ مریضوں کی تعلیم، آمدنی، ورزش، سگریٹ اور شراب پینے کی عادت میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ عموماً مریضوں میں موت کی وجہ ان ہی چیزوں کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ ان میں ۱۰۱۹/افراد چائے نہیں پیتے تھے، ۶۱۵ چائے پینے میں اعتدال پسند تھے جبکہ ۲۶۶ زیادہ چائے پینے والے تھے۔ چار سال میں ۳۱۳/افراد کی وفات ہوئی لیکن جن مریضوں نے جتنی چائے کم پی تھی اُن کے مرنے کا امکان اُتنا ہی زیادہ تھا۔ بلکہ زیادہ چائے پینے والوں میں موت کی شرح بھی چائے نہ پینے والوں سے قدرے کم تھی جس کی وجہ چائے میں موجود اینٹی اوکسیڈنٹ مادے ہوسکتے ہیں جو کالی اور سبز چائے کے علاوہ چند سبزیوں اور پھلوں میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے سیب، پیاز اور بروکلی وغیرہ میں۔ یہ اجزاء کولیسٹرول کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں اور خون کے بہاؤ کو مزید بہتر بناتے ہیں۔

لائبریریاں اب انٹرنیٹ پر

گوگل نے دنیا کی پانچ اہم لائبریریوں کو ڈیجیٹل بنانے کے منصوبہ پر کام کا آغاز کیا ہے جس کے بعد انٹرنیٹ پر یہ لائبریریاں مہیا ہوں گی۔ اس منصوبہ میں مشی گن اور سٹین فورڈ کی لائبریریوں کا مکمل مواد جبکہ ہاورڈ، آکسفورڈ اور نیویارک پبلک لائبریری میں موجود کتابوں کا کچھ حصہ شامل ہے۔ ان آن لائن صفحات پر عوامی لائبریریوں کے لنک بھی موجود ہوں گے جن سے قارئین استفادہ کرسکیں گے۔

مشی گن لائبریری کو مکمل طور پر ڈیجیٹل بنانے میں چھ برس لگیں گے۔ اس لائبریری میں ستر لاکھ کتابیں موجود ہیں۔ نیویارک لائبریری نے گوگل کو صرف ان کتب کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے جن کے جملہ حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ ہاورڈ یونیورسٹی نے اس کیلئے ۴۰ ہزار کتب دی ہیں جبکہ آکسفورڈ نے گوگل کو ۱۹۰۱ء سے قبل شائع شدہ کتب کو سکین کرنے کی اجازت دی ہے۔

تمباکونوشی

۲۰۰۰ء میں تمباکونوشی سے دنیا میں ۵۰ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ ہاورڈ یونیورسٹی اور یونیورسٹی آف کوئنزلینڈ کی مشترکہ تحقیق کے مطابق ان میں سے آدھی اموات تیس سے انہتر برس کی عمر کے تمباکونوشوں میں واقع ہوئیں۔ یہ اموات ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں ایک ہی شرح سے ہوئیں۔ لیکن خواتین کے مقابلہ میں مرد تین گنا زیادہ اس کا شکار ہوئے۔ برطانیہ میں ہر سال بیس لاکھ افراد تمباکونوشی سے ہلاک ہوتے ہیں۔

گزشتہ سال صحت کی عالمی تنظیم کے ارکان نے تمباکونوشی کے خلاف ایک سمجھوتہ متفقہ طور پر قبول کرلیا جو حفاظتی طبی اقدامات کے حوالہ سے دنیا کا پہلا سمجھوتہ ہے اسے ''فریم ورک کنونشن آن ٹوبیکو کنٹرول'' (تمباکونوشی کی روک تھام کا معاہدہ) کا نام دیا گیا ہے اور اس کے تحت اب ۱۹۲/ارکان ممالک کو تمباکونوشی کی تشہیر اور خرید وفروخت ختم کرنے کیلئے اقدامات کرنے ہونگے۔ سگریٹ پیکٹ کا ایک تہائی حصہ صرف تمباکونوشی کے صحت پر مضر اثرات کی تشہیر کیلئے استعمال کیا جائے گا جس میں بیمار پھیپھڑوں کی تصویر بھی شامل ہوگی۔

اس سمجھوتے پر گزشتہ چار سال سے گرما گرم بحث جاری تھی کیونکہ تمباکونوشی کی بڑی صنعتیں رکھنے والے کئی ملک (بشمول امریکہ و جرمنی) اس پر دستخط سے کئی ہچکچا رہے تھے۔ تاہم انہوں نے ترقی پذیر ممالک کے دباؤ میں آکر سمجھوتے پر دستخط کردیئے ہیں۔

برطانیہ میں حکومت لوگوں کو تمباکونوشی سے ڈرانے کیلئے بیمار انسانی اعضاء اور گلے سڑے دانتوں کی تصاویر کا سہارا لے گی۔ اس سے پہلے کینیڈا، تھائی لینڈ، سنگاپور اور برازیل میں بھی ایسے ہی اقدامات کئے جاچکے ہیں۔ کینیڈا میں جب اس طرح کی مہم شروع کی گئی تو اس کے نتیجہ میں ۴۰ فیصد لوگ سگریٹ ترک کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ تاہم تمباکونوشوں کی لابی کے گروپ ''فارسٹ'' نے اس منصوبہ کو گھٹیا مذاق قرار دیتے ہوئے کہا کہ کیا یہ لوگ دیگر نقصاندہ اشیاء مثلاً گاڑیوں، ٹافیوں، شراب، موٹاپا پیدا کرنے والی چیزوں کے خلاف بھی ایسی ہی مہم شروع کریں گے؟

ایک اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ امریکی ریاست مونٹانہ میں سگریٹ نوشی پر پابندی کے بعد وہاں لوگوں میں دل کا دورہ پڑنے کی شرح کم ہوگئی ہے۔

سگریٹ نوشی کی عادت زخموں کے ٹھیک ہونے کے عمل کو بھی سست بنا دیتی ہے۔ ویلنگٹن سکول آف ہیلتھ اینڈ سائنسز کے مطابق عمر اور سماجی پس منظر چاہے کچھ بھی ہو سگریٹ نوشی کرنے والوں میں اموات کی شرح پندرہ فیصد زیادہ ہی دیکھی گئی ہے۔ برٹش میڈیکل جرنل میں چھپنے والی ایک تحقیق کے مطابق وہ افراد جو تمباکونوشی نہیں کرتے لیکن اُن کے ساتھ رہتے ہیں، اُن میں موت کا خطرہ پندرہ فیصد زیادہ ہے۔